اخلاق و معنویت

(مع اضافۂ تقاریر)

مؤلف

ولی فقیہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

ناشر

معراج کمپنی لاہور

نام کتاب .... اخلاق و معنویت (مع اضافۂ تقاریر)

مؤلف .... ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

اردو تصحیح .... مجاہد حسین حرّ

پروف ریڈنگ .... خانم آر چوہدری

کمپوزنگ .... قائم گرافکس۔جامعہ علمیہ۔ڈیفنس فیز ۴

ناشر .... معراج کمپنی لاہور

ہدیہ ....

ملنے کا پتہ

معراج کمپنی لاہور

بیسمنٹ میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار۔لاہور

03214971214، 04237361214

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد

03335234311

عرض ناشر

حمد ہے اس ذات کے لئے جس نے انسان کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور درود و سلام ہو اس نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر جسے اس نے عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور سلام و رحمت ہو ان کی آل پر جنہیں اس نے پورے جہاں کے لئے چراغ ہدایت بنایا۔

جب سے ادارہ قائم کیا ایک خواہش تھی کہ آقائی رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی کتابیں شائع کی جائیں لیکن مصرفیات اور کچھ آقائی موصوف کی کتب کی غیر دستیابی کی بنا پر اس خواہش کی تکمیل میں تاخیر ہوئی۔ لیکن اب الحمدللہ جناب مولانا مجاہد حسین حرّ صاحب نے رہبر معظم کی کتب فراہم کرنے کی ذمہ داری لی اور انہوں نے خداوند قدوس کی بارگاہ سے امید ظاہر کی ہے کہ انشاءاللہ سو (۱۰۰) سے زائد کتب فراہم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ اور ان کی اس سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

"اخلاق و معنویت" ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی کتابوں کا آغاز ہے اس میں تو شک ہی نہیں کہ اخلاق انسانی زندگی کے لئے ایک جزو لاینفک ہے اخلاق وہ صفت ہے کہ جس کے ذریعہ انسان نہ صرف اپنی آخرت بلکہ دنیا کو بھی سنوار سکتا ہے۔

زیر نظر کتاب کی اشاعت ہمارے لئے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اسلامی تعلیمات کے فروغ اور دین الٰہی کی نشر و اشاعت کے

لئے کام کر رہے ہیں، ہماری دعا ہے رب العزت تمام امت مسلمہ کو عزت و سر بلندی عطا فرمائے اور ہم سب کو ہر طرح کی بد اخلاقی اور دیگر آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔

ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں کی اخلاقی ابتری کو ختم کرنے کا باعث بنے گی۔

قارئین کرام کو ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں بہت جلد معراج کمپنی کی ویب سائیٹ بنا کر آقائی رہبر معظم کی تمام کتابیں اس پر لوڈ کر دی جائیں گی۔

ادارہ معراج کمپنی شیخ محمد باقر امین صاحب کی دادی مرحومہ کے نام پر قائم کیا گیا ہے۔ مومنین کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ادارہ

فہرست کتاب

پہلا حصہ: اخلاق ومعنویت

فصل اول: تقویٰ

فصل دوم: اخلاص

فصل پنجم: ایمان

"وَ إِعْدَادِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ لِجَلِيلِ مَا يُشْفِي بِهِ عَلَيْكُمُ الْمَوْتُ" [1]

اورعمل صالح کے ذریعہ ان تمام مشکلات ومصائب کا سد باب کروکہ جنہیں موت تمہارے اوپر طاری کردے گی۔

---

[1] مصباح المتهجد وسلاح المتعبد/ ج1/381/خطبة يوم الجمعة..... ص: 380

پہلا حصہ

اخلاق ومعنویت

فصل اول: تقویٰ

تقویٰ کے معنی

تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ خداوند عالم نے انسان پر جن امور کو فرض کیا ہے انسان انھیں انجام دے یعنی واجبات کو ادا کرے اور محرمات سے پرہیز کرے۔ یہ تقویٰ کا پہلا مرتبہ ہے۔ تقویٰ ایک ایسی صفت ہے کہ اگر کسی قوم کے دل میں گھر کر لے تو اس صورت میں وہ قوم اس مضبوط قلعے کی مانند ہو جاتی ہے جس میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔

عام طور پر جب تقویٰ کا تصور ذہن میں آتا ہے تو ساتھ ساتھ نماز، روزہ، عبادت، دعا وغیرہ کی تصویر بھی ابھر آتی ہے۔ صحیح ہے کہ یہ تمام مذکورہ امور تقویٰ کے دائرے میں آتے ہیں لیکن انہی کو تقویٰ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ تقویٰ یعنی اپنے امور کی نگہداری کرنا یعنی اگر انسان کوئی فعل انجام دے رہا ہو تو جانتا ہو کہ کیا کر رہا ہے۔ اگر کسی فعل کو انجام دے تو اپنے ارادے، فکر اور حسن انتخاب سے انجام دے۔ بالکل اس طرح جس طرح کوئی گھوڑ سوار گھوڑے پر سواری کرتے وقت اپنی منزل اور مقصد سے آگاہ ہوتا ہے۔

تقویٰ کیا ہے اور اس کو زندگی کے مختلف گوشوں میں کس طرح رچایا، بسایا جا سکتا ہے؟ تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ گناہ، خطا، صراط مستقیم سے انحراف، ہوا و ہوس سے اجتناب کیا جائے اور

خدا کی طرف سے عائد شدہ احکام پر عمل پیرا رہا جائے۔ زندگی کے تمام مختلف شعبوں میں اسی وقت کامیاب اور سرفراز ہوا جا سکتا ہے جب باتقویٰ زندگی گذاری جائے۔ تقویٰ ہر کامیابی کا راستہ اور ضمانت ہے۔ تقویٰ فقط دین سے مربوط نہیں ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ دینی تقویٰ، واضح اور روشن ہے۔

اس بچے سے لے کر جو ابھی تحصیل علم کر رہا ہے، اس خاتون تک جو امور خانہ داری انجام دے رہی ہے، سبھی کو باتقویٰ ہونا چاہیے تا کہ سب راہ مستقیم اختیار کر سکیں اور اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔ ایک نوجوان اپنے آس پاس کے مخصوص ماحول اور معاشرے میں تقویٰ کے بغیر اپنے تحصیل علم کے ہدف تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس نوجوان کو چاہیے کہ غلطیوں اور ہوا و ہوس اور ان تمام سرگرمیوں سے اجتناب کرے جو اس کو اس کے ہدف تک پہنچنے سے روکتی ہوں۔ یہی اس کا تقویٰ ہے۔ اس طرح گمراہی میں ڈوبے ہوئے ایک عورت اور گھر کے باہر ایک مرد پر بھی یہی کلیہ اور قانون جاری ہے۔

ایک مومن اگر چاہتا ہے کہ راہ خدا اور صراط مستقیم کا سفر طے کرے تو اس کے لئے لازم ہے کہ تقویٰ اختیار کرے۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر وہ خوشنودی خدا اور نورانیت الٰہی سے مستفید ہو سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ معنویت کے اعلیٰ مراحل بھی طے کر سکتا ہے نیز دین خدا کی سربراہی تک رسائی بھی حاصل کر سکتا ہے۔

متقین کی عاقبت

"اتقوا" قرآن کریم کا حکم ہے۔ یہی وہ تقویٰ ہے جس کے ذریعے تمام امور تک دسترسی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اگر قرآن کریم کے اس مذکورہ حکم پر غور کیا جائے تو تمام عقلی استدلال

اور براہین کو عام فہم زبان میں بیان کیا جاسکتا ہے حتی مسائل غیبی اور ماورائے فطرت وطبیعت امور کو بھی عوام کے لئے واضح کیا جاسکتا ہے۔

تقویٰ کا ماحصل یہ ہے کہ کوئی بھی شخص یا معاشرہ اگر تقویٰ اختیار کر لے تو پھر بھی میدان میں داخل ہوجانے پر اس میدان کو سر کر لے گا۔

"وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ"۔ [1]

اس عظیم تاریخی اور کائناتی سفر کا سرانجام متقین پر ہونے والا ہے۔ دنیا وآخرت دونوں متقین سے متعلق ہیں۔ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ اگر متقی نہ ہوتے تو کسی بھی قیمت پر اپنی شخصیت کو ہزارہا دوسرے افراد کے لئے محور قرار نہیں دے سکتے تھے اور نہ ہی انقلاب لا سکتے تھے۔ یہ تقویٰ ہی تھا جس نے انھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید بنا دیا ہے۔

تقویٰ، زندگی کے تمام شعبوں میں موثر ہے

تقویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ زندگی کے تمام شعبوں میں موثر ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بارہا تقویٰ سے متعلق تذکرہ ہوا ہے۔ یہ سب اس لئے نہیں ہے کہ انسان اس دنیا سے چلا جائے تو خداوند عالم اجر وثواب عنایت کرے گا، بلکہ تقویٰ اس دنیا کے لئے نعمت شمار کیا گیا ہے۔ اگر ہماری موجودہ زندگی کا انجام بخیر وخوبی ہوگیا تو اس پر ہماری آخرت کا بھی انحصار ہے۔ تقویٰ کا نہ ہونا اس بات کا سبب بن جاتا ہے کہ انسان غفلت اور کوتاہی کا شکار ہوجائے اور یہ غفلت و کوتاہی انسان کو اوندھے منہ زمین پر پٹخ دیتی ہے۔

[1] الاعراف: ۱۲۸

تقویٰ کے ذریعے انسان صراط مستقیم پر باقی رہ سکتا ہے

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى الله" [۱]

اے بندگان خدا! میں تمہیں تقوائے الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔

"وَاغْتِنَامِ طَاعَتِهِ"

اور وصیت کرتا ہوں کہ اطاعت خدا کو غنیمت شمار کرو۔

"مَا اسْتَطَعْتُمْ"

جس حد تک کہ تمہارے اندر قدرت وتوانائی ہو۔

"فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ الْفَانِيَة"

اس جلدی گزرنے والی فانی دنیا میں جتنا ممکن ہو اطاعت خدا کرو۔

"وَإِعْدَادِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ لِجَلِيلِ مَا يُشْفِي بِهِ عَلَيْكُمُ الْمَوْتُ" [۲]

اور عمل صالح کے ذریعہ ان تمام مشکلات ومصائب کا سد باب کرو کہ جنھیں موت تمہارے اوپر طاری کردے گی۔

موت کی سختیوں اور مشکلات کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اولیائے خدا اور بزرگان دین موت سے مقابلے کے خوف سے لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ موت کے بعد عالم برزخ کے حوادث علماء اور اولیاء کہ جو کسی حد تک ان حوادث ومصائب کی سختیوں سے آشنا

---

[۱] کافی (ط - دار الحدیث) / ج6 / 471 / 70 - باب تهیئة الإمام للجمعة و خطبته و الإنصات..... ص: 465

[۲] مصباح المتهجد وسلاح المتعبد/ ج1/ 381/ خطبة يوم الجمعة..... ص: 380

ہوتے ہیں کو لرزا کر رکھ دیتے تھے۔ ان مشکلات اور سختیوں سے مقابلے کی فقط ایک ہی راہ ہے اور وہ ہے عمل صالح۔

"أَمُرُكُمْ بِالرَّفْضِ لِهَذِهِ الدُّنْيَا التَّارِكَةِ لَكُمْ"

فرماتے ہیں کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس دنیا کی رنگینیاں اور آتی جاتی خوشیاں جو تمہیں ایک دن چھوڑ جائیں گی، کو ابھی سے خیر بار کہہ دو۔ حد سے بڑھ کر مادیات دنیا کی طرف مت بھاگو کیونکہ

"الزَّائِلَةِ عَنْكُم"

یہ سب چلی جانے والی ہیں۔

"وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا تُحِبُّونَ تَرْكَهَا"

درحالیکہ تم نہیں چاہتے کہ یہ مال اور عیش و عشرت تمہیں چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے حالانکہ یہ ہو کر رہے گا۔

"وَالْمُبْلِيَةِ لِأَجْسَادِكُمْ وَإِنْ أَحْبَبْتُمْ تَجْدِيدَهَا"

یہ دنیا تمہارے جسموں کو خاک میں ملا کر نیست و نابود کر دے گی اگر چہ تم یہی چاہتے ہو کہ دوبارہ زندہ ہو جائیں۔

" وَ إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَ مَثَلُهَا كَرَكْبٍ سَلَكُوا سَبِيلًا وَ كَأَنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوهُ وَ أَفْضَوْا إِلَى عِلْمٍ فَكَأَنَّهُمْ قَدْ بَلَغُوه" [1]

تم ایک راستہ پر تیزی کے ساتھ آگے بڑھے جا رہے ہو کہ تمہیں دور کسی ایک نشانے تک پہنچنا ہے لیکن تم اس نشانے کو ابھی واضح اور روشن طور پر نہیں دیکھ پا رہے ہو۔ ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ جب تم خواہ نخواہ اس تک پہنچ جاؤ گے۔ یہ راستہ، یہی فانی دنیا ہے اور وہ نشانہ اور

[1] مصباح المتهجد و سلاح المتعبد/ ج1/381/ خطبة يوم الجمعة..... ص: 380

منزل وہی موت اور اجل ہے جس کو آنا ہی آنا ہے

"فَلَا تَنَافَسُوا فِي عِزِّ الدُّنْيَا وَفَخْرِهَا"

اس دنیا کی ظاہری عزت اور جاہ وجلال کے لئے ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور جھگڑا نہ کرو۔

"وَلَا تَجْزَعُوا مِنْ ضَرَّاءِهَا وَبُؤْسِهَا"

دنیا کی ان مختصر سی سختیوں اور پریشانیوں سے تھکان اور خستگی محسوس نہ کرو۔

"فَإِنَّ عِزَّ الدُّنْيَا وَفَخْرَهَا إِلَى انْقِطَاعٍ"

دنیا کی عزت اور فخر و حشمت ختم ہوجانے والا ہے۔

"وَإِنَّ زِينَتَهَا وَنَعِيمَهَا إِلَى ارْتِجَاعٍ"

زیبائی و خوبصورتی اور یہ نعمتیں گذر جانے والی ہیں۔ یہ جوانی، حسن اور خوبصورتی بڑھاپے اور بدصورتی میں تبدیل ہوجائیں گی۔

"وَإِنَّ ضَرَّاءَهَا وَبُؤْسَهَا إِلَى نَفَادٍ"

اور یہ سختیاں اور پریشانیاں بھی ختم ہوجائیں گی۔

"وَكُلُّ مُدَّةٍ فِيهَا إِلَى مُنْتَهًى"

اس کائنات کا یہ زمان و مکان رو بہ زوال اور ختم ہوجانے والا ہے۔

"وَكُلُّ حَيٍّ فِيهَا إِلَى بِلًى" [1]

تمام جاندار موت کی آغوش میں سوجانے والے ہیں۔

یہ جملے اس ذات بابرکت کی زبان مبارک سے جاری ہوئے ہیں جس کا نام علی علیہ السلام ہے۔ وہی علی علیہ السلام جو اپنے ہاتھوں سے کھیتی کرتے تھے اور کنویں کھودتے تھے۔

---

[1] مصباح المتهجد وسلاح المتعبد/ ج1/381/ خطبة يوم الجمعة..... ص: 380

یہ جملے اس وقت کے ہیں جب آپ حکومت فرما رہے تھے۔ دنیا کے ایک بڑے حصے پر آپ کی حکومت تھی۔ آپ نے جنگیں بھی لڑی ہیں، صلح بھی کی ہے، سیاست بھی کی ہے، بیت المال بھی آپ کی نگرانی میں تقسیم ہوتا تھا۔ ان سب کے باوجود بھی آپ متقی تھے۔ لہٰذا تقویٰ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا سے قطع تعلق کر دیا جائے۔

تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کو تمام دنیاوی اور مادی امور کا محور قرار نہ دے، اپنی خاطر اپنی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو صرف نہ کرے، اپنی زندگی کے لئے دنیا کو جہنم نہ بنائے، مال، عیش و عشرت اور آرام و سکون کی خاطر دوسرے ہزار ہا افراد کی زندگیوں کا سودا نہ کرے.....

تقویٰ یعنی یہ کہ اپنی ذات سے صادر ہونے والے تمام امور پر سخت نظر رکھی جائے۔ کوئی بھی قدم اٹھایا یا فیصلہ لیا جائے تو یہ خیال مدنظر رہے کہ کہیں اس سے خود یا دوسرے افراد یا معاشرے کو نقصان تو نہیں پہنچ رہا ہے۔

تقویٰ تمام برکات کا سرچشمہ ہے

اگر کوئی فرد یا قوم با تقویٰ ہو جائے تو تمام خیر و برکات دنیا و آخرت اس فرد یا قوم کا خاصہ ہو جائیں گی۔ تقویٰ کا ماحصل فقط یہ نہیں ہے کہ رضائے خدا حاصل کر لی جائے یا جنت کا دروازہ اپنے اوپر کھول لیا جائے بلکہ تقویٰ کا فائدہ اس دنیا میں بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ با تقویٰ معاشرہ اس دنیا میں بھی خدا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے ذریعے دنیاوی عزت کے ساتھ ساتھ امور دنیا سے متعلق علم بھی خداوند عالم کی جانب سے عنایت کر دیا جاتا ہے۔ با تقویٰ معاشرہ کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ ایسے معاشرے کی فضا سالم، محبت آمیز اور حسد و نفاق و

تعصب سے پاک ہوتی ہے۔

حصول تقویٰ؛ قدرت خدا ہی کے ذریعہ

ایمان، تقویٰ اور عمل صالح اس بات کی ضمانت ہیں کہ تمام قدرت خدا، نعمات الٰہی اور ساری کائنات پر دسترسی حاصل کی جاسکتی ہے۔ دشمن کسی بھی میدان سے، کسی بھی صورت میں حملہ کردے، ایک باتقویٰ قوم کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا۔ خداوند عالم نے بڑے سادہ الفاظ میں اس گفتگو کا ماحصل صرف ایک آیت میں بیان فرمایا ہے:

"وَلَا تَهِنُوْ"

سستی نہ کرو۔

"وَلَا تَحْزَنُوْا"

غمگین مت ہو۔

"وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" [۱]

تم کو برتری حاصل ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اگر تم مومن ہو۔

دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا:

"فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ" [۲]

یعنی سستی نہ کرو اور نہ ہی دشمن کی سازشانہ دعوت کو قبول کرو۔

ایران کے اسلامی انقلاب کے بعد اگر جمہوری اسلامی پر ایک غائرانہ نظر ڈالی جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ جن جن شعبہ ہائے حیات میں اقدار اسلامی کی حفاظت کی گئی ہے وہاں

---

[۱] سورۂ آل عمران: ۱۳۹

[۲] سورۂ محمد: ۳۵

وہاں رشد و ترقی ہوئی ہے اور جن جن شعبوں میں اسلامی احکام و اقدار و اخلاق اسلامی سے چشم پوشی کی گئی ہے ان ان شعبوں میں پسماندگی آج بھی موجود ہے۔

دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی یہی صورت حال ہے۔ جہاں جہاں معنویت، انسانیت اور الٰہی اقدار سے منہ موڑ لیا گیا ہے وہاں وہاں دیکھا جا سکتا ہے کہ زندگی کس قدر دشوار ہے، کس قدر نا امنی اور بے چینی ہے۔ ایسے معاشروں میں قتل و غارت گری اور دہشت گردی زیادہ ہے۔ ہر چند یہ لوگ ان اجتماعی مشکلات و مسائل کے اسباب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کسی بھی طرح اصلی اور حقیقی علت اور سبب کو تلاش نہیں کر سکے ہیں۔ ایک ماں اپنے بچے کو قتل کر دیتی ہے، فوراً ہی لوگوں کا وجدان تڑپ اٹھتا ہے، صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں کہ ایسی ماں کو سولی پر چڑھا دیا جائے۔ یہ لوگ اس بات سے غافل ہیں کہ ان کی بنیاد خراب ہو چکی ہے۔ ان معاشروں کی بدبختی یہ ہے کہ یہ خدا، معنویت اور اخلاق سے پشت پھیر کر فساد و قتل و غارت گری کے عادی ہو گئے ہیں۔

مادی اور مالی فساد کسی بھی قیمت پر خوشحالی کا ضامن نہیں بن سکتا۔ جس کی واضح مثال امریکہ ہے۔ ہر چند کہ امریکہ میں زندگی کے تقریباً تمام شعبوں میں ہمہ جہت ترقی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود امریکی عوام جن اخلاقی اور معنوی مشکلات کا شکار ہیں ان سے ساری دنیا واقف ہے۔ انہیں اخلاقی اور معنوی اقدار کی قلت کی بنا پر امریکہ موجودہ صورت حال سے دوچار ہے۔ وہ صورت حال کہ جس میں ایک ماں اپنی تسکین شہوت اور ذاتی مفاد کی خاطر اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کا قتل کر دیتی ہے۔

بوسنیا اور ہرزیگووینا میں کیا نہیں ہوا؟ مغلوں کے انداز میں افواج "سربریسٹیا" میں گھس کر وحشیانہ انداز میں قتل و غارت گری کرتی رہیں اور نام نہاد متمدن اقوام و ملل کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ اس پر ستم یہ کہ یہی لوگ حقوق بشر کے علمبردار ہونے کا دعوی کرتے ہیں! کیا

ایک شہر میں ہزاروں معصوم مرد، عورت اور بچوں کا وحشیانہ قتل عام حقوق بشر کی خلاف ورزی نہیں ہے؟

جمہوری اسلامی اخلاق اور اسلامی احکام وشریعت کی محافظت کی بنا پر آج ساری دنیا میں ایک باعزت مقام حاصل کرسکا ہے۔

آج جب کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں، دنیا کے دوسرے چھوٹے چھوٹے ملکوں کے سربراہان مملکت اور وزرائے اعظم سے اپنی غلامی کرانا اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہیں، ایران ایک مستقل اور آزاد ملک کی حیثیت سے آزاد زندگی گذار رہا ہے۔کسی کی اتنی مجال نہیں ہے کہ ایران سے غیر عادلانہ طور پر ایک حرف یا ایک کلمہ کو قبول کرالے۔ یہ سب فقط اور فقط اسلام اور اسلامی اخلاق ومعنویات اور اسلامی احکامات اور شریعت کی برکتیں ہیں اور بس۔

فصل دوم: اخلاص

اخلاص کے معنی

اخلاص سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے کام کو خدا کے لئے اور اپنی ذمہ داری و تکالیف کی انجام دہی کی خاطر انجام دے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان نفسانی خواہشات، مال و دولت کے حصول، شہرت و عزت، لالچ وحرص وغیرہ کے لئے کوئی کام نہیں کرتا۔ اخلاص ایک ایسی صفت ہے کہ اگر اس کی بنیاد پر اقدام کیا جائے تو یہ تلوار کی طرح اپنے سامنے آنے والے ہر مانع کو دور کرتی جاتی ہے۔

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے اندر یہ صفت کمال کی حد تک تھی۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ اگر میرا کوئی عزیز ترین فرد بھی عدل و انصاف کے خلاف کوئی قدم اٹھائے گا تو میں اس سے بھی چشم پوشی نہیں کروں گا اور ایسا کیا بھی۔ حساس موقعوں پر وظیفہ کی انجام دہی کے ذریعہ دوسرے لوگوں کو بھی احساس دلایا۔ خلوت میں، جلوت میں، چھوٹا کام ہو یا بڑا، آپ نے ہمیشہ اخلاص کو اپنی ذاتی زندگی میں اپنایا اور یہی وہ درس تھا جس کی بنا پر آپ کے شاگرد، آپ کے چاہنے والے جوق در جوق سرحد پر دشمن سے جنگ کرنے دوڑے چلے جاتے تھے۔ یہی وہ درس تھا جس کی بنیاد پر ایران میں معجزنما اسلامی انقلاب نمودار ہوا۔

ایک بزرگ اہل عرفان و سلوک اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: اگر فرض کریں (بہ فرض محال) کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تمام امور کو ایک معین ہدف کے تحت انجام دیتے تھے اور آپ کا ہدف یہی ہوتا تھا کہ اپنے ان امور کو انجام کے مراحل تک پہنچا دیں اور پہنچا بھی دیا کرتے تھے مگر کسی اور شخص کی طرف سے یعنی کسی اور کے نام سے۔ کیا اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس فعل سے راضی نہیں ہوتے تھے؟ کیا یہ فرماتے تھے کہ یہ فعل چونکہ دوسرے کی طرف سے انجام دے رہا ہوں لہٰذا انجام نہیں دوں گا؟ یا نہیں، بلکہ آپ کا ہدف اپنے امور کی انجام دہی تھی اور بس۔

قطع نظر اس سے کہ وہ فعل کس کے نام سے یا کس کی طرف سے انجام دیا جا رہا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ لکھنے والا صحیح ہے کیونکہ ایک مخلص شخص کی نگاہ میں کسی فعل کی انجام دہی اہم ہوتی ہے۔ اس کا ذہن "من وتو" سے ماوراء ہوتا ہے۔ وہ اس بات سے بے پرواہ ہوتا ہے کہ اس فعل کا سہرا کس کے سر بندھے گا۔ ایسا شخص با اخلاص ہوتا ہے اور خدا پر کامل یقین رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ خداوند متعال یقیناً اس کے فعل کا صلہ اس کو دے کر رہے گا کیونکہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

"وَاِنَّ جُنۡدَنَا لَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ"[1]

اور ہمارا لشکر بہر حال غالب آنے والا ہے۔

خدا کے اس لشکر میں اکثر و بیشتر میدان جنگ میں شہید ہو جاتے ہیں اور ظاہری اعتبار سے ختم ہو جاتے ہیں لیکن خداوند عالم فرماتا ہے:

"اِنَّ جُنۡدَنَا لَهُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ"

یعنی یہ لوگ مرنے کے بعد بھی غالب ہیں۔

---

[1] سورۂ صافات: ۱۷۳

اخلاص: اہم ترین اسلحہ

اسلام میں اصلاح دنیا کے لئے اصل و اصیل، خود نفس انسان کی اصلاح کو بتایا گیا ہے۔ ہر مسئلے کی شروعات یہیں سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم اپنے قوی اور محکم بازوں سے اوراق تاریخ پلٹنے والی قوم سے فرماتا ہے:

"قُوٓا اَنۡفُسَكُمۡ" [1]

اپنا تزکیہ نفس کرو،

"عَلَيۡكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ" [2]

اپنے نفس کی اصلاح کرو۔

"قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا" [3]

بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کا تزکیہ کیا۔

اگر صدر اسلام میں اسلامی معاشرہ انسانی نفوس کے تزکیہ سے شروع نہ ہوا ہوتا اور اس میں مناسب حد تک با اخلاص اور متقی افراد پیدا نہ ہو گئے ہوتے تو اسلام قطعاً اپنی بنیادیں مستحکم نہیں کر سکتا تھا۔ یہی مخلص اور متقی اور سچے مسلمان تھے جن کی بنیاد پر اسلام دوسرے شرکائے مذاہب اور ممالک پر فاتح ہو کر تاریخ عالم میں اپنا نام ثبت کر سکا ہے۔

ہمارا اسلامی انقلاب بھی اس اخلاص، تقویٰ اور اپنے ذاتی اور مادی مفادات سے اوپر اٹھ کر الٰہی اہداف کی انجام دہی جیسے وظیفے اور ذمہ داری کے احساس کی وجہ سے ہی رونما ہوا تھا۔

---

[1] سورہ تحریم:٦

[2] سورہ مائدہ:١٠٥

[3] سورہ شمس:٩

ایران عراق جنگ کے دوران ہمارا یہی اسلحہ ہمارے لئے کارگر ثابت ہوا تھا۔ ہمارے شہید، ہمارے جنگی مجروحین اور ان کے شہادت کے عمیق جذبے نے ہی آج ہمیں اتنی بلندیاں اور مراتب عطا کئے ہیں۔ ساری دنیا میں آج ہماری عزت اور شرف انھیں خدا دوست شہداء اور مجروحین کی بنیاد پر ہے اور بس۔

اسلامی انقلاب کی بقاء و دوام کا سرچشمہ صرف اخلاص

ہمارے اندر ہمارے سب سے بڑے دشمن نے بسیرا کرلیا ہے اور وہ دشمن نفس امارہ، شہوات نفسانی، ہوا و ہوس اور خود پرستی ہے۔ جس لمحے بھی، خواہ وقتی طور پر، ہم نے اس زہریلے سانپ اور خطرناک دشمن کو قابو میں کرلیا اسی لمحے ہم کامیاب اور مجاہد فی سبیل اللہ ہوجائیں گے اور جب کبھی بھی ہمارا یہ دشمن ہماری عقل اور معنوی و روحانی قوتوں پر حاوی ہوگیا ہم مغلوب اور شکست خوردہ ہوکر رہ جائیں گے۔

ہمیں ہدایت بشر اور نجات انسان کی خاطر خلق کیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمارا فریضہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے نفوس کی اصلاح اور تزکیہ کریں۔ خداوند عالم نے بے حد و بے حساب معنوی اور روحانی طاقتوں اور صلاحتیوں کو ہمارے اندر ودیعت کیا ہے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ان قوتوں کو خود پرستی، خودخواہی، ہوا و ہوس نفسانی جیسی صفات رذیلہ سے نجات دیں۔

اخلاص اور ایثار ہی اسلامی انقلاب کے موجد ہیں

اسلامی انقلاب اس انقلاب کا نام ہے جس نے ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ مشرق سے لے کر مغرب تک ہر زبان پر ایک ہی انقلاب تھا، اسلامی انقلاب۔

یہ سب کس نے کیا؟

یہ انقلاب کون لے کر آیا؟

کیا کوئی ایرانی کہہ سکتا ہے کہ ہاں! میں یہ انقلاب لایا ہوں۔

یقیناً کوئی یہ دعوی نہیں کر سکتا۔

یہ انقلاب صرف اور صرف الٰہی انقلاب ہے اور اس کا لانے والا اور موجد بھی خداوند عالم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی فرد اس انقلاب کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا ہے حتی امام خمینی رحمۃاللہ علیہ بھی اپنی تمام تر عظمتوں اور بے نظیر قربانیوں کے باوجود اس انقلاب کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ یہی کہا کہ یہ انقلاب ایرانی عوام کی مخلصانہ اور مجاہدانہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ اگر تجزیہ کریں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ امام خمینی رحمۃاللہ علیہ صحیح فرماتے تھے۔ حقیقتاً امام خمینی رحمۃاللہ علیہ عوام کے لئے صرف ایک الٰہی ذریعہ اور وسیلہ تھے ورنہ اسلامی انقلاب کا اصل محرک خداوند متعال ہے کیونکہ ایرانی عوام نے مخلصانہ اور فی سبیل اللہ اسلامی انقلاب کے لئے اقدام کئے تھے لہٰذا مرضی خدا اور عنایت خدا بھی ان کے ساتھ تھی۔ یہ عوام کا خلوص ہی تھا جس کی بنا پر خداوند عالم نے اس اسلامی انقلاب کی تائید کی ہے۔

ارادہ و ایمان ہر اسلحہ اور طاقت پر غالب ہوتے ہیں

لبنان کے مومن مسلمانوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کا ارادہ اور ایمان دنیا کے ہر مادی اسلحے اور طاقت پر غالب ہے۔ یہی وہ مومن جوان تھے جنھوں نے بیروت کی سرحدوں تک آجانے والی اسرائیلی فوجوں کو پسپا کر کے اپنی حدود سے باہر کر دیا تھا۔

یہی وہ لبنانی عوام تھے جنھوں نے امریکہ اور فرانس کی ان فوجوں کو ذلیل و خوار کر کے

لبنان سے باہر کر دیا تھا جو اپنے ناپاک ارادوں کے ساتھ لبنان میں داخل ہوگئی تھیں۔ لبنانی عوام نے یہ کام اسلحوں اور مادی قوتوں اور طاقتوں کے بل بوتے پر نہیں کیا تھا کہ یہ لوگ مادی اسلحے کے لحاظ سے تو بالکل تہی دست تھے۔ بلکہ صرف اور صرف ایمانی طاقت کے دم پر انجام دیا تھا۔ یہ ایک ایسی قوت و طاقت ہے جو ایک مختصر سی اور مظلوم قوم (وہ قوم جو ایک طویل عرصے سے اسرائیل اور اس کی ہمنوا سفاک طاقتوں کی تختۂ مشق بنی ہوئی ہے) کو اتنا قوی اور مستحکم کر دیتی ہے کہ امریکہ، فرانس اور اسرائیل شرمندہ اور ذلیل ہو کر رہ جاتے ہیں۔

آج بھی یہی ایمان اور اخلاص، لبنان کے مومن جوانوں میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ یہ واقعی قابل تعریف اور ستائش ہے کیونکہ یہی وہ قوت ہے جس کے بل پر لبنان، امریکہ اور یورپ کو یہ باور کرانے سے روکتا رہے گا کہ امریکہ اور اس کی حلیف جماعتیں لبنان میں اس کے آئندہ پر حاوی ہوسکتی ہیں۔

اخلاص اور قرب خدا: امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی کا راز

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی کامیابی کا راز اخلاص اور قرب الٰہی تھا۔ آپ اپنی اس کوشش میں بحسن خوبی کامیاب ہو گئے تھے کہ "ایاک نستعین" کو اپنے میں مجسم کرلیں اور لا متناہی اور لامحدود الٰہی قدرت سے متصل ہو جائیں۔

اگر ننھا سا قطرہ اپنے محدود اور چھوٹے سے وجود کے ساتھ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے وسیع و عریض سمندر میں غرق ہو جائے تو کوئی طاقت اسے ختم نہیں کرسکتی۔ اگر ہر شخص امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی روش پر عمل پیرا ہو جائے تو امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہو جائے گا۔ البتہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مشکل اور نادر روزگار کو انجام دیا اور زندہ جاوید ہو گئے۔ ہم ہر چند اس

بلندی تک نہیں پہنچ سکتے لیکن بہر حال ہمیں اپنی توانائی بھر کوشش کرنی چاہیے تا کہ اپنی ذمہ داری اور وظیفے کی انجام دہی کسی نہ کسی حد تک ادا کرسکیں۔

ہمیں چاہیے کہ حضرت علی علیہ السلام سے اخلاص کا درس حاصل کریں

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دور میں جو عظیم کارنامہ انجام دیا وہ یہ تھا کہ ساری دنیا کو اسلام کے مقابل خاضع و خاشع بنا دیا اور دشمنان اسلام کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ لَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم نَقْتُلُ آبَاءَنَا وَ أَبْنَاءَنَا وَ إِخْوَانَنَا وَ أَعْمَامَنَا مَا يَزِيدُنَا ذَلِكَ إِلَّا إِيمَاناً وَ تَسْلِيماً وَ مُضِيّاً عَلَى اللَّقَمِ وَ صَبْراً عَلَى مَضَضِ الْأَلَمِ وَ جِدّاً فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ وَ لَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا وَ الْآخَرُ مِنْ عَدُوِّنَا يَتَصَاوَلَانِ تَصَاوُلَ الْفَحْلَيْنِ يَتَخَالَسَانِ أَنْفُسَهُمَا أَيُّهُمَا يَسْقِي صَاحِبَهُ كَأْسَ الْمَنُونِ فَمَرَّةً لَنَا مِنْ عَدُوِّنَا وَ مَرَّةً لِعَدُوِّنَا مِنَّا فَلَمَّا رَأَى اللهُ صِدْقَنَا أَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا الْكَبْتَ وَ أَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ حَتَّى اسْتَقَرَّ الْإِسْلَامُ مُلْقِياً جِرَانَهُ وَ مُتَبَوِّئاً أَوْطَانَهُ وَ لَعَمْرِي لَوْ كُنَّا نَأْتِي مَا أَتَيْتُمْ مَا قَامَ لِلدِّينِ عَمُودٌ وَ لَا اخْضَرَّ لِلْإِيمَانِ عُودٌ وَ ايْمُ اللهِ لَتَحْتَلِبُنَّهَا دَماً وَ لَتُتْبِعُنَّهَا نَدَماً [1]

ہم (مسلمانوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارا ایمان بڑھتا تھا۔ اطاعت اور راہِ حق کی

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ: ۵٦

پیروی میں اضافہ ہوتا تھا اور کرب والم کی سوزشوں پر صبر میں زیادتی ہوتی تھی اور دشمنوں سے جہاد کرنے کی کوششیں بڑھ جاتی تھیں۔

(جہاد کی صورت یہ تھی کہ) ہم میں کا ایک شخص اور فوجِ دشمن کا کوئی سپاہی دونوں مردوں کی طرح آپس میں بھڑتے تھے اور جان لینے کے لئے ایک دوسرے پر جھپٹے پڑتے تھے، کہ کون اپنے حریف کو موت کا پیالہ پلاتا ہے۔کبھی ہماری جیت ہوتی تھی، اور کبھی ہمارے دشمن کی۔ چنانچہ جب خداوند عالم نے ہماری (نیتوں کی) سچائی دیکھ لی۔تو اس نے ہمارے دشمنوں کو رسوا و ذلیل کیا، اور ہماری نصرت وتائید فرمائی، یہاں تک کہ اسلام سینہ ٹیک کر اپنی جگہ پر جم گیا، اور اپنی منزل پر برقرار ہو گیا۔

خدا کی قسم! اگر ہم بھی تمہاری طرح کرتے تو نہ کبھی دین کا ستون گڑتا اور نہ ایمان کا تنا برگ و بار لاتا۔

خدا کی قسم! تم اپنے کئے کے بدلے میں دودھ کے بجائے) خون دو ہو گے اور آخر تمہیں ندامت وشرمندگی اٹھانا پڑے گی۔

یہ سب اس زمانے کے مسلمانوں کے خلوص اور صداقت کی ہی دین ہے کہ آج اسلام اس اعلی مقام تک رسائی حاصل کر سکا ہے اور ساری دنیا میں اپنے جھنڈے گاڑ چکا ہے۔ یہ اس زمانے کے بااخلاص مسلمانوں کا ہی کرشمہ ہے کہ موجودہ اسلامی معاشرہ وجود میں آیا اور آج تک وہی اسلامی تمدن اور اسلامی تحریک ہم تک پہنچی ہے۔آج جہاں کہیں بھی مسلمان موجود ہیں ان کو حضرت علی علیہ السلام کی حیات طیبہ سے اس عظیم درس کو حاصل کرنا چاہیے۔

فصل سوم: ذکر و نماز

تاریکی اور جہالت سے نکلنے کا واحد راستہ نماز

عبادات اور ان میں بھی بالخصوص نماز کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ نماز کو دین کا ستون کہا جاتا ہے۔ نماز اگر مکمل توجہ اور اپنی تمام شرائط کے ساتھ انجام دی جائے تو نہ فقط نماز گزار کے قلب و روح کو بلکہ اس کے آس پاس سارے ماحول کو نورانی اور معطر کر دیتی ہے۔

نماز گزار جس قدر خضوع و خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے گا اتنا ہی خود پرستی، خودخواہی، خودغرضی، حسد، بغض، کینہ وغیرہ جیسی صفات رذیلہ کی قید سے آزاد ہوتا چلا جائے گا اور اتنا ہی اس کے چہرے کی نورانیت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ موجودہ بشر کی تمام تر مشکلات و پریشانیوں کا سبب خدا سے دوری اور ذاتی مفاد سے وابستگی میں اضافہ اور شدت ہے۔ نماز انسان کو ظلمتوں اور تاریکیوں سے آزاد کراتی ہے۔ اس کے غیض و غضب اور شہوات و ہوا و ہوس کو مغلوب کر کے اسے تقرب الٰہی اور امور خیریہ کی طرف راغب کرتی ہے۔

نماز سکون قلب کا باعث ہے

خدا کی طرف سے انسان پر عائد کردہ وظائف اور عبادات میں سے نماز کو قرآن کریم

نے سرفہرست قرار دیا ہے۔

"اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ"[1]

اگر نماز میں سے اہداف نظام اسلامی کی مہک نہ آ رہی ہوتی تو ایک اہم مقام نہ رکھتی اور اس کے متعدد ومختلف بنیادی فائدے نہ ہوتے تو قطعاً اسلام میں نماز سے متعلق اس حد تک تاکیدات موجود نہ ہوتیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نماز اپنی تمام افادیت اور فوائد کے ساتھ فقط ایک وظیفہ شخصی نہیں ہے بلکہ یہ فرد کے ساتھ ساتھ سارے معاشرے کو رشد وارتقاء بخشنے میں ایک اہم رول ادا کرتی ہے۔ تمام واجبات میں جس قدر تاکید اس واجب کے لئے کی گئی ہے وہ بے مثال ہے حتی والدین پر واجب ہے کہ اپنے بچوں کو بچپنے سے ہی نماز سے آشنا و مانوس کریں۔ یہ تمام تاکیدات صرف اور صرف اسی لئے ہیں کہ نماز فرد کے ساتھ ساتھ سارے معاشرے کو اس قابل بناتی ہے کہ معاشرہ دوسرے تمام وظائف کا بار بھی اپنے کاندھوں پر اٹھا سکے۔ ان تمام پہلوؤں کے پیش نظر نماز کو اعلی ترین عمل فرض کرنا چاہیے اور صدائے حی علی خیر العمل کو ایک حکمت آمیز صدا تصور کرنا چاہیے۔

نماز ہی ہے جو ایثار، اخلاص، توکل بر خدا اور تعبد جیسی صفات انسان کے اندر پیدا کرتی ہے اور اس کو اس لائق بناتی ہے کہ انسان دوسرے دشوار ترین واجبی امور مثلاً جہاد، امر بالمعروف وزکات وغیرہ کی انجام دہی پورے جوش وخروش سے انجام دے سکے اور شجاعانہ طور پر اس الہی وادی میں داخل ہوئے۔

آج کا زمانہ الیکٹرونک زمانہ ہے۔ جس کا اثر یہ ہے کہ انسان مختلف مسائل ومشکلات کا شکار ہو گیا ہے نتیجتاً بشریت کی کوشش یہ ہے کہ فردی اور اجتماعی زندگی کو مشینی حرکتوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔ صلہ رحم، مروت، ایثار، محبت اور نہ جانے کتنی دوسری اخلاقی صفات واقدار اس مشینی

---

[1] سورۂ حج: ۴۱

نظام زندگی کی بھینٹ چڑھتی جا رہی ہیں۔ گھروں میں محبت آمیز فضا آہستہ آہستہ اپنی رنگت چھوڑتی جا رہی ہے۔

گذشتہ چند برسوں سے انسانیت کا درد رکھنے والے بعض افراد اس سمت میں متوجہ کرتے رہے ہیں لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ ابھی تک کروڑوں افراد مخصوصاً جو اس جہنم میں خود کو جلا رہے ہیں، انھیں اس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا ہے۔

اسی وجہ سے آج گذشتہ زمانوں سے کہیں زیادہ خداوند کریم سے معنوی رابطہ قائم کرنے کی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں نماز آسان ترین اور موثر ترین ذریعہ ہے جو ہمیں ان اخلاقی اور سماجی مشکلات سے باہر نکال سکتی ہے۔

اہتمام نماز

اہتمام نماز سے مراد فقط یہ نہیں ہے کہ مومنین وصالحین حضرات نماز بجالائیں اور بس۔ یہ کوئی ایسا فعل نہیں ہے کہ جس پر حکومت اسلامی کی تشکیل منحصر ہو بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کو معاشرہ کا ایک حصہ بنا دیا جائے جہاں ہر شخص نماز کے اسرار و رموز سے واقفیت رکھتا ہو۔ معنویت اور الٰہی ذکر و عبادت کی روشنی ونورانیت سارے معاشرے کو روشن ومنور کرے اور نماز کا وقت نزدیک آتے ہی سارے مرد وزن نماز کی طرف ذوق وشوق کے ساتھ دوڑ جائیں اور دامن نماز میں ایک طرح کا قلبی وروحی سکون حاصل کریں۔

نماز: دین کا ستون

نماز دین کا حقیقی ستون ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہماری زندگی میں نماز کو اس کا حقیقی

مقام ومرتبہ دیا جائے۔ دین کے سائے میں انسان کو حیات طیبہ صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب وہ اپنے قلب کو یاد خدا سے زندہ اور روشن رکھے کیونکہ انسان صرف اسی ذریعہ سے تمام اقسام کے فساد وشر سے مقابلہ کر سکتا ہے نیز ظاہری اور باطنی شیطانوں کو مغلوب کر سکتا ہے اور یہ دائمی ذکر اور خضوع وخشوع فقط نماز کی برکت ہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ نماز ایک ایسی حقیقت ہے جو انسان کو اپنے نفس پر غلبہ حاصل کرنے میں نہایت قوت وقدرت عطا کرتی ہے۔

نماز سے بڑھ کر ایسا کوئی ذریعہ یا وسیلہ نہیں ہے جو انسان وخدا کے درمیان رابطے کو مستحکم تر یا قوی تر کر سکے۔ ایک عام انسان بھی اگر خدا کے ساتھ اپنے رابطے کو استوار کرنا چاہتا ہے تو نماز ہی سے شروعات کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ خدا کا ایک مقرب ترین بندہ بھی اس نماز کے ذریعہ ہی تنہائیوں اور خلوتوں میں اپنے خدا، اپنے محبوب سے راز ونیاز کر کے دل کی دنیا کو روشن وجاویدانی بناتا ہے۔ یہ ذکر ونماز ایک ایسا خزانہ ہے جس کا کوئی خاتمہ نہیں ہے۔ جس قدر اس سے انسیت وقربت بڑھتی جائے گی اتنی ہی اس کی نورافشانیوں میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

نماز کے مختلف جملے اور اذکار خود اپنے آپ میں معارف وتعلیمات دین کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور دن میں کئی کئی بار نماز گزار کو ان تعلیمات کی یاد آوری کرائی جاتی ہے۔ نماز کو اگر اس کی تمام شرائط اور نقائص کے بغیر ادا کیا جائے تو یہ نماز انسان کو روز بروز معارف وتعلیمات الٰہی سے قریب اور آشنا کراتی ہے۔

انسان کو ہمیشہ نماز کی ضرورت

ایسی نماز جو اپنی تمام تر شرائط کے ساتھ بجالائی جائے، انسان کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتی ہے، اس کے پژمردہ قلب کو جلا بخشتی ہے، اس کی ناامیدیوں کو یقین میں تبدیل کرتی

ہے ساتھ ہی اس کی زندگی کو باہدف بھی بناتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز تمام حالتوں خواہ جنگ کا میدان ہو یا گھر کا عیش و آرام، میں واجب ہے۔ انسان ہمیشہ نماز کا محتاج ہے مخصوصاً مسائل و مشکلات سے دوچار ہوتے وقت۔

حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے سامنے نماز کی اہمیت و منزلت صحیح و حقیقی طور پر بیان ہی نہیں ہوسکی ہے اور اسی لئے ہمارے یہاں نماز کو جو مقام ملنا چاہئے تھا نہیں مل سکا۔ علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ مخصوصاً جوانوں کے سامنے نماز کے اسرار و رموز کو بیان کریں۔ انہیں نماز کی منزلت وفوائد بتائیں۔ یہ نماز ہی کا خاصہ ہے کہ ایک بچے سے لیکر ایک عالم تک نماز کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ حتی عرفاء بھی نماز کی ضرورت کا احساس کرتے ہیں۔ تب ہی تو "اسرار الصلوٰۃ" جیسی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ نماز ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی کا اندازہ ابھی تک نہیں لگایا جاسکا ہے۔ اگرچہ نماز کے بارے میں ائمہ طاہرین علیہم السلام سے متعدد روایات اور علمائے دین کے بے شمار اقوال موجود ہیں لیکن اس کے باوجود نماز کی منزلت بہت سے افراد سے ابھی تک پوشیدہ ہے حتی کہ وہ لوگ بھی جو نماز کو واجب سمجھ کر انجام دیتے ہیں ان کے لئے بھی ابھی تک نماز صحیح طور پر بیان نہیں ہوسکی ہے۔

بہر حال، نماز راہ سیر و سلوک کی طرف پہلا قدم ہے جس کو الٰہی ادیان نے انسان کے حقیقی ہدف یعنی کمال و خوشبختی دنیا و آخرت کی خاطر بشر کے حوالے کیا ہے۔ نماز خدا کی طرف پہلا قدم ہے۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے نماز میری آنکھوں کا نور ہے اور جب وقت نماز ہوتا تھا تو بلال سے کہتے تھے کہ اذان کے ذریعے میری روح کے اطمینان وسکون کا انتظام کرو۔ انسان کے تکامل معنوی میں جس قدر نماز مؤثر ہے اتنی دوسری کوئی عبادت نہیں ہے۔ نماز جہاں معاشرے کو اخلاقی و معنوی صفات و کمالات عطا کرتی ہے وہیں اپنی خاص شکل و شرائط کی بنا پر نماز گزار کو نظم و ضبط

کا پابند بھی بناتی ہے۔

عبادت رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام تر عظمت و منزلت کے باوجود ہرگز عبادت سے غافل نہیں رہتے تھے۔ رات کے پچھلے پہر میں گریہ وزاری اور مناجات و استغفار آپکا دائمی شیوہ تھا۔ ام سلمہ نے ایک رات دیکھا کہ پیغمبر موجود نہیں ہیں۔ باہر نکلیں تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی بارگاہ میں دعا کرنے میں مشغول ہیں۔ اشک جاری ہیں اور استغفار کر رہے ہیں۔ زبان مبارک پر یہ جملہ جاری ہے:

"اَللّٰهُمَّ وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ أَبَدًا". [۱]

ام سلمہ بے ساختہ رو پڑیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام سلمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا: ام سلمہ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟

ام سلمہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو تو خدا بے حد دوست رکھتا ہے اور آپ کو بخش دیا ہے:

"لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ" [۲]

تا کہ اللہ ان (لوگوں کی نظر میں) آپ کے تمام اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔

پھر آپ کیوں گریہ کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ خدایا! ہمیں ہمارے حال پر مت چھوڑ؟

فرمایا:

---

[۱] تفسیر القمی / ج2 / 75 / [سورۃ الأنبیاء (21): آیۃ 87]..... ص:74
[۲] سورہ فتح:۲

"وَمَا يُؤْمِنُنِي" [1]

اگر خدا سے غافل ہو جاؤں تو کون میری حفاظت کریگا؟

یہ ہمارے لئے ایک درس ہے۔ ہر حال میں خواہ مصائب کا سامنا ہو یا خوشیوں کا، اچھے حالات ہوں یا برے، خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اسی سے مدد مانگنا چاہئے نیز اسی پر توکل کرنا چاہئے۔ یہی وہ اہم درس ہے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں دے گئے ہیں۔

[1] تفسیر القمی / ج2 / 75 / [سورۃ الأنبیاء (21): آیۃ 87]..... ص:74

فصل چہارم: اخلاق

اخلاقی انقلاب

اخلاقی انقلاب یعنی یہ کہ انسان تمام رزائل اخلاقی، صفات بد، اخلاق بد وغیرہ مختصراً یہ کہ ان تمام صفات سے کنارہ کش ہو جائے جو دوسروں کی یا خود کی اذیت و ضرر کا باعث ہوتی ہوں اخلاقی انقلاب یعنی یہ کہ انسان خود کو مکارم اخلاق اور فضائل اخلاق سے آراستہ کرے۔

اگر کسی معاشرہ میں صاحب فکر و نظر افراد پائے جاتے ہوں اور وہ اپنے افکار کو دوسرے افراد کے خلاف استعمال نہ کرتے ہوں یا تعلیم یافتہ افراد پائے جاتے ہوں اور وہ اپنے علم کو دوسرے افراد کو نقصان پہنچانے اور دشمن کو قوی کرنے کا ذریعہ نہ بناتے ہوں بلکہ معاشرے کے تمام افراد ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے اور خیر سگالی کے ساتھ زندگی گذارنے والے ہوں، حاسد اور کینہ پرور نہ ہوں، فقط اپنی زندگی کا اور اپنا خیال نہ رکھتے ہوں تو ایسے معاشرے کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ اس معاشرے میں اخلاقی انقلاب آ گیا ہے۔

مسائل بشر

اخلاقیات اور تزکیہ نفس بھی زندگی کے ان اہم نکات میں سے ہیں جن کے لئے قرآن

کریم اور احادیث میں شدید تاکید کی گئی ہے۔ عالم اسلام میں متفقہ علیہ حدیث نبوی موجود ہے کہ

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ." [1]

یعنی میں اس لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ فضائل اخلاقی کی تکمیل کروں واضح ہے کہ جس معاشرہ میں اخلاقی اقدار، صفات حسنہ اور مکارم اخلاقی وغیرہ رائج ہوں گے اس معاشرے کی عام انسانی زندگی کا معیار کتنا بلند و عالی ہوگا۔

آج بشریت کے مسائل و مشکلات انہی مذکورہ صفات و اقدار کے نہ ہونے کی بنا پر پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر معاشرہ اسلامی و اخلاقی اقدار مثلاً صبر و استقامت کا حامل ہو، توکل، تواضع، حلم جیسی صفات کا احترام کرتا ہو اور پابند ہو تو یقیناً جنت نظیر بن جائے گا۔

معاشرے کے بنیادی ستون

اسلامی اخلاق سے بہرہ مند ہونے سے مراد یہ ہے کہ معاشرے میں پرہیزگاری، بردباری، شہوت پرستی سے اجتناب، دنیا طلبی، حرص، ذخیرہ اندوزی جیسی صفات سے دوری، اخلاص، پارسائی، نیکی اور دیگر اخلاقی صفات پائی جاتی ہوں اور ان صفات کو اہمیت بھی دی جاتی ہو۔

اگر ان اسلامی اقدار اور اخلاقی صفات پر عمل کرلیا جائے تو معاشرہ اسلامی رشد و ارتقاء کی منزلیں طے کرتا اور قوی سے قوی تر ہوتا جائے گا۔ استعداد اور صلاحتیں سامنے آنے لگیں گی اور پھر ایسا اسلامی معاشرہ دوسری اقوام اور ملتوں کے لئے نمونہ بن جائے گا۔

---

[1] مکارم الأخلاق/8/ المقدمة

طالب علم اور خود سازی

نوجوان طالب علموں کی ایک اہم ترین ذمہ داری خود سازی اور تکمیل اخلاق ہے۔ نوجوانی خودسازی اور تزکیہ نفس کے لئے بہترین وقت ہوتا ہے۔اس سے استفادہ کیجئے۔علم اور صنعتی، سیاسی، سماجی رشد وارتقاء، اخلاق کے زیر سایہ ہوتو قابل تعریف ہے۔ یہاں پر قابل غور نکتہ یہ ہے کہ قرب خدا، اخلاقی رشد وارتقاء کی بنیاد و اساس ہے۔

اخلاق تمام امور کی بنیاد ہے

تبلیغ دین اور حقائق دین کی ترویج علماء اور مبلغین اسلام کی ذمہ داری ہے۔ اگر ہم اقتصادی نقطہ نظر سے اپنا ایک مقام بنالیں، سیاست کے شعبے میں اپنا تشخص قائم کرلیں، اپنے موجودہ مقام ومنزلت میں خاطر خواہ اضافہ کرلیں لیکن ہمارا اخلاق اسلامی اخلاق نہ ہو یعنی ہمارے درمیان صبر، علم، ایثار، عفو جیسی صفات کا فقدان ہوتو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ظاہر تو خوبصورت اور حسین ہے لیکن ہماری بنیادیں کھوکھلی ہیں کیونکہ اخلاق تمام افعال و امور کی بنیاد و اساس ہے۔ زندگی کے دوسرے تمام شعبوں میں ترقی و ارتقاء اخلاق حسنہ کے لئے مقدمہ کے مانند ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ." [1]

یعنی مجھے مبعوث اسی لئے کیا گیا ہے کہ فضائل اخلاقی کی تکمیل کروں۔

اسلامی حکومت کا فلسفہ یہی ہے کہ معاشرے کی تربیت کرے، معاشرے میں اخلاق

---

[1] مکارم الأخلاق/ 8/ المقدمة

حسنہ کی ترویج کرے، معاشرہ قرب خدا حاصل کرے، تمام افعال و امور قربت کی نیت سے انجام دیئے جائیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے سیاست میں بھی قصد قربت ضروری ہے۔ قصد قربت کس وقت کیا جاتا ہے؟ اس وقت کیا جاتا ہے جب انسان مطالعہ و جستجو کرے اور دیکھے کہ خداوند عالم کی رضا کس چیز میں پوشیدہ ہے۔ لہٰذا انسان جس فعل میں رضائے خدا کا مشاہدہ کرتا ہے اسے انجام دیتا ہے اور جس فعل میں رضائے خدا کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے اس فعل کو انجام نہیں دیتا ہے۔

راہ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بار میں نے امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ مشہور دعاؤں میں سے کونسی دعا سے آپ زیادہ انس رکھتے ہیں؟ اور کس دعا پر آپ کو زیادہ اعتقاد و یقین ہے؟

آپ نے کچھ دیر بعد فرمایا: دعائے کمیل اور مناجات شعبانیہ۔ ان دونوں دعاؤں میں مناجات، حالت استغفار، استغاثہ اور خضوع و خشوع کو عاشقانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ دعائیں ایسی دعائیں ہیں کہ ہمارے اور خدا کے درمیان رابطہ عشق و محبت کو مستحکم اور عمیق کرتی ہیں۔

یہی وہ راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری حیات گذار دی تھی۔

انسانی کمال خواہشات نفسانی سے مقابلہ ہے

انسان کی عالی ترین اور کامل ترین زندگی وہ ہے کہ جس میں وہ راہ خدا میں قدم آگے بڑھاتا ہے اور خداوند عالم کو خود سے راضی کرتا ہے اور ہوا و ہوس کو اپنے اوپر غالب نہیں ہونے دیتا

ہے۔ایسا شخص انسان کامل ہے۔اس کے برعکس وہ انسان جو اپنے جذبات واحساسات، ہوائے نفسانی اورغیض وغضب کا اسیر ہوتا ہے، وہ انسان پست اور حقیر ہے خواہ وہ ظاہراً مقام ومرتبت کا حامل ہو۔دنیا کے بڑے سے بڑے ملک کا وزیراعظم یاامیر ترین شخص اگراپنی خواہشات نفسانی کا مقابلہ نہ کر سکے تو وہ بھی ایک حقیر انسان ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک عام سا اور نادار شخص اگر اپنی خواہشات پر قابو پالے اور غلبہ حاصل کر لے تو انسان بزرگ اور کامل ہے۔

اخلاق میں تبدیلی جوانوں کے لئے آسان ہے

خوش قسمتی سے ان آخری کچھ برسوں میں جمہوری اسلامی نے معنوی لحاظ سے خاطر خواہ پیشرفت کی ہے۔ جوانوں میں معنویات، دین وعبادت کی طرف رغبت، نماز و روزہ میں خضوع وخشوع اور قرب خدا رائج اور عام ہو گیا ہے لیکن فقط یہی سب کچھ اخلاق میں تبدیلی نہیں ہے اور شاید کہا جا سکتا ہے کہ ایک ملت کے لئے اخلاق میں تبدیلی کس حد تک مشکل ہے اور اسی لئے جب اخلاق کی تبدیلی کے حوالے سے گفتگو کی جاتی ہے تو پہلے مرحلے میں جوانوں کو مخاطب قرار دیا جاتا ہے کیونکہ ان کے اندر تبدیلی اور تغیر کا مادہ زیادہ پایا جاتا ہے۔جوانوں کے قلوب روشن اور ان کی طبیعت پاک وسالم ہوتی ہے۔ان میں جاہ طلبی، شہرت طلبی، ثروت طلبی وغیرہ نہایت کم پائی جاتی ہے۔لہٰذا جوانوں میں اخلاق میں تبدیلی آسان تر ہے البتہ بزرگ اور سن رسیدہ افراد کو مایوس نہیں ہو جانا چاہیے کہ ان کے اندر اخلاق میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

انقلاب، معنویات اور اخلاق اسلامی کے بغیر ناممکن ہے

انقلاب اسلامی مکمل طور پر فقط اس صورت میں تحقق پا سکتا ہے جب ملت حقیقی طور پر

مسلمان اور مومن ہو جائے۔ اسلام کا ایک حصہ افراد کے عمل سے متعلق ہے جس کی بنا پر نظام کلی اجتماعی عالم وجود میں آتا ہے اور دوسرا حصہ افراد کے ذاتی اور شخصی عقائد، کیفیات روحی اور عمل و کردار پر مشتمل ہوتا ہے۔ اگر اسلامی انقلاب اور جمہوری حکومت تمام مادی اور معنوی وسائل کے ہوتے ہوئے لوگوں کے قلوب اور خُلقیات کو اسلامی نہیں کر سکی ہے جو دیرینہ غلط تربیت کی بنا پر عالم وجود میں آئے ہیں تو یہ انقلاب قطعاً کامیاب اور حقیقی نہیں ہے۔ حقیقی انقلاب وہ انقلاب ہے جو عوامی ہے، اجتماعی اور اقتصادی حوالوں سے انقلاب، عوامی انقلاب کی فرع و شاخ ہے۔ اگر لوگوں کے قلوب تبدیل نہ ہوں تو ایسا انقلاب اور اقتصادی۔ سیاسی تبدیلیاں لا حاصل ہیں۔ بحمد اللہ ہمارے یہاں اوائل میں روحی انقلاب رونما ہوا کہ جو بذات خود ایک نہایت اہم قدم تھا اور جس کا نتیجہ وہی سامنے آیا جو آج ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

اس انقلاب کی بدولت جو کچھ رونما اور واقع ہوا اگر مزید دوام اور استحکام حاصل نہ کر سکے اور موجودہ اور آئندہ نسلوں کو اپنے اندر شامل نہ کر سکنے کے علاوہ خدانخواستہ ظاہراً تو اسلام، جمہوری اسلامی اور انقلاب اسلامی باقی رہ جائے لیکن درحقیقت واقعہ کچھ اور ہو تو یہ انقلاب قطعی طور پر مؤفق اور کامیاب نہیں ہے۔ خدانخواستہ ایسی صورت پیش آنے سے پہلے ہم خدا سے پناہ کے خواستگار ہیں۔ ہمیں کسی بھی صورت میں ایسے حالات پیدا نہیں ہونے دینا چاہیے۔ دشمن آج انہی نکات اور پہلوؤں پر آنکھیں گاڑے ہوئے ہے۔ تمام افراد خاص طور پر علما کرام کی ذمہ داری ہے کہ معاشرے کی تربیت اور قلبی، روحی اور اخلاقی انقلاب کے استحکام کے لئے کوشاں رہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جنگ کے دوران اس مملکت کے بعض جوانوں میں ایک معنوی اور حقیقی انقلاب پیدا ہو گیا تھا۔ شہداء کے وصیت نامے کہ جن کے مطالعہ کے لئے امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے تاکید کی ہے اسی لئے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک منفرد شخص کے انقلاب کی عکاس ہیں۔ ان

وصیت ناموں کو جب ایک انسان پڑھتا ہے تو خود بخود ان شہداء کے اندر پیدا ہونے والے ذاتی اور درونی انقلاب سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس روش کو عام اور رائج کر دیں اور ایسا کرنا ممکن بھی ہے۔ اگر سو فیصد ممکن نہ ہو تو کم از کم یہ تو ممکن ہے کہ اکثریت کے اندر اس اندرونی اور ذاتی انقلاب کی آبیاری کی جا سکے لیکن اس کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے سے پہلے خود نصیحت کرنے والے شخص کے اندر انقلاب پیدا ہو جائے اور اخلاق معنویات کے علاوہ توکل بر خدا مستحکم ہو جائے۔

بہتر ہے اس سمت میں باقی لوگوں سے پہلے ہم لوگ قدم آگے بڑھائیں یعنی خود اپنی ذات سے شروع کریں۔ واقعیت یہی ہے کہ اگر ہم میں سے کسی کے اندر بھی اس سلسلے میں نقص یا کمی باقی رہ گئی تو دوسروں پر ہماری بات کا غلط اثر پڑے گا۔

اخلاق، بعثت کا ایک اہم پیغام

ہمیں چاہیے کہ اپنی اصلاح کریں، اپنے اخلاق کی اصلاح کریں، خود کو باطنی لحاظ سے خدا سے قریب کریں، ایک فرد کی حیثیت سے شخصی اور ذاتی اصلاح کریں، خداوند کریم کی آیات کا مشاہدہ کریں اور قرب خداوند حاصل کریں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ ہماری یہ ذاتی و فردی مسؤلیت کی انجام دہی، ہمارے دوسرے افراد اور معاشرے سے متعلق امور اور وظائف کی بہتر طور پر انجام دہی میں معاون ثابت ہوگی۔ آج ہمیں ضرورت ہے کہ اخلاق اور تزکیہ نفس کے سلسلے میں اپنے اور اپنے دوسرے افراد کے لئے مجاہدت کریں۔ بعثت کے اہم پیغامات میں سے ایک پیغام یہی تھا۔

اخلاق حسنہ

ہمارے یہاں الٰہی حدود و مقررات نافذ ہو چکے ہیں، اسلامی نظام اور عدالت اجتماعی تحقق پا چکی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان تمام مراحل کو طے کرنے کے بعد بھی ہم ابتدائی منازل یا پہلے ہی مرحلے میں ہیں۔ دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ افراد جو اس اسلامی نظام کے تحت پرسکون اور عادلانہ زندگی بسر کر رہے ہیں ان میں اخلاق حسنہ کے حصول کے لئے رغبت اور شوق پیدا ہو جائے۔ تشکیل حکومت کا اصل ہدف یہی ہے۔

لوگ خود بخود اخلاق کی جانب قدم بڑھائیں۔ اخلاق حسنہ کا حصول، تکامل معنوی، روحی اور معرفت کا موجب ہوتا ہے۔ اسی راستے کے ذریعہ انسان کامل بنا جا سکتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ." [1]

مجھے اسی لئے مبعوث کیا گیا ہے کہ فضائل اخلاق کی تکمیل کروں۔ یہ حدیث شیعہ اور سنی دونوں ہی جانب سے نقل ہوئی ہے۔

یہاں لفظ "انما" نہایت اہمیت کا حامل ہے یعنی میری بعثت کا ہدف ہی فضائل اخلاق کی تکمیل ہے۔ بقیہ تمام چیزیں مقدمہ کے طور پر ہیں۔

"لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ."

تاکہ مکارم اخلاق تمام ابنائے نوع کے درمیان جگہ بنا لے اور میری امت کمال تک پہنچ جائے۔

---

[1] مکارم الاخلاق/8/المقدمة

اگر کسی اسلامی معاشرہ میں اخلاق الٰہی اور اخلاق اسلامی کو طاق پر رکھ دیا جائے اور معاشرہ بے راہ روی، خود پرستی، کجروی جیسی صفات کے دلدل میں پھنس کر رہ جائے تو کس طرح اس حکومت کو اسلامی اور الٰہی حکومت کہا جا سکتا ہے؟

حکومت اسلامی فقط وہی حکومت ہو سکتی ہے جس میں تمام اخلاق صفات رائج ہوں اور یہی "إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ." کی اساس بھی ہے۔ آج موجودہ دنیا کو اسی اساسی چیز کی ضرورت ہے لیکن مادی دنیا اس خصوصیت سے کلی طور پر محروم ہے۔

اخلاق کے اثرات و ثمرات

پیغام انقلاب اسلامی، پیغام معنویت، اخلاق، قرب خدا اور اس عنصر کو انسانی زندگی میں راسخ کرتا ہے۔ جہاں جہاں اسلامی انقلاب کے پیغام نے اپنا جھنڈا گاڑا ہے وہاں وہاں معنویت کو اپنے ساتھ لے کر گیا ہے حتی بعض عیسائی اور غیر اسلامی ممالک اور معاشروں میں بھی مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر ان معاشروں میں انقلاب اسلامی سے درس لیا گیا اور استفادہ کیا گیا ہے تو معنویت نے بھی اپنی جگہ بنائی ہے اور یہی معنویت انقلاب اسلامی کا اولین پیغام ہے۔

معنویت و اخلاق سے عاری علم؛ ایٹم بم کے مانند ہے

اگر علم، معنویت، وجدان، اخلاق، عواطف اور بشری احساسات سے عاری ہو تو کسی بھی صورت میں بشر کے لئے مفید ثابت نہیں ہوسکتا۔ علم اخلاق و معنویت کے بغیر ایٹم بم کے مانند ہے جہاں گرے گا معصوم افراد کو قتل کرے گا۔ ایسا علم، علم نہیں بلکہ اسلحہ بن جاتا ہے اور پھر لبنان، فلسطین اور دیگر جگہوں کے غیر فوجی افراد کو اپنا ہدف قرار دیتا ہے۔ ایسا علم مہلک کیمیکل بن جاتا

ہے اور پھر دنیا بھر میں نہ جانے کہاں کہاں مرد وعورت اور بچوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔
اس طرح کے مہلک کیمیکل کہاں سے نمودار ہوئے؟

یہ سب انہی علمی مراکز اور یورپی ممالک سے صادر ہوئے ہیں۔ ان جگہوں پر ان مہلک اشیاء کو تیار کیا گیا اور پھر نااہل حکومتوں کے حوالے کر دیا گیا ہے اور پھر نتیجہ وہی ہے جو آپ کے سامنے ہے۔

موجودہ مختلف النوع اسلحہ جات ابھی تک دنیا کو آرام نہیں بخش سکے ہیں اور نہ ہی بخش سکتے ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے کیونکہ اخلاق ومعنویات کو علم سے جدا کر دیا گیا ہے۔ ہم نے تمدن اسلامی اور نظام جمہوری اسلامی میں اس بات کی کوشش کی ہے اور اسی کو اپنا ہدف بنایا ہے کہ علم کو اخلاقیات اور معنویات کو ساتھ ساتھ لے کر چلیں۔

فصل پنجم: ایمان

ایمان کی علامتیں

ایمان کی علامتیں گناہ انجام نہ دینا، خدا سے ڈرنا، بندگان خدا کے ساتھ اچھا برتاو کرنا، دشمنان خدا کے ساتھ سختی اور دشمنی سے پیش آنا، مومنوں کے چھوٹے موٹے اختلافات کو نظر انداز کر دیناوغیرہ ہیں۔

درحقیقت، ایمان اگر محبت وخلوص جیسے رابطوں سے عاری ہوتو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ محبت ہی ہے جو میدان عمل میں ایمان کو اہمیت وارزش بخشتی ہے۔محبت وخلوص کے بغیر کسی تحریک کو آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ اسلامی نقطہ نظر سے عشق ومحبت کا عالی ترین عنوان "محبت اہلبیت" ہمارے پاس ہے۔اس محبت کا عروج ہمیں کربلا میں روز عاشورا دیکھنے کو ملا کہ چند افراد پر مشتمل ایک گروہ نے تاریخ وتمدن تشیع کی ایک ایسی بنیاد ڈالی کہ آج بھی اس تاریخ وتمدن کے نقوش روز بروز روشن ہوتے جارہے ہیں۔

دنیا میں رونما ہونے والے انقلاب، حکومتیں، ادارے وغیرہ اس وقت منحرف ہوتے ہیں جب ان کے اندر معنویت، ایمان، خدا سے رابطہ وغیرہ کا فقدان ہو جاتا ہے۔ انقلاب جمہوری اسلامی سے متعلق بھی اگر غور کیا جائے تو ہمیں انہی مقامات پر خفت کا سامنا کرنا پڑا ہے

جہاں مذکورہ بالا صفات کا فقدان پایا گیا۔

ہمارے اور خداوند عالم کے درمیان تعلق وارتباط کو غیر اہم شمار نہیں کیا جانا چاہیے ہماری زندگی کا انحصار ہی اس رابطہ اور تعلق پر ہے۔ یہی رابطہ ہے جو دشمن سے مقابلہ کرتے وقت ہمارے دل کی ڈھارس بنا رہتا ہے۔ یہی رابطہ ہے جو ہمیں مومنوں سے محبت کرنے پر اکساتا ہے تاکہ ہم آپس کے اختلافات کو نظر انداز کر سکیں۔ یہی رابطہ ہے جو ہم سے کہتا ہے کہ اپنی خواہشات کی بنا پر ہم حقائق کو نظر انداز نہ کریں، اپنی ذاتی غرض کی خاطر خدائی مصلحتوں کو فراموش نہ کریں۔ یہی رابطہ ہے جو ہمیں صراط مستقیم سے منحرف ہونے سے بچنے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات و مسائل کو ہمارے لئے آسان کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا رابطہ و تعلق ہے جو ہمیشہ اور ہر حال میں ہمارے لئے ممکن ہے۔

جمہوری اسلامی کی اسلامی تحریک، اسلامی انقلاب اور اس کی برکت سے دوسری اسلامی اقوام وملتوں کے پاس آج جو کچھ بھی ہے وہ خدا پر توکل، خدا پر بھروسہ اور ذکر خدا کی وجہ سے ہے۔ اس طرف سے ہمیں کسی لمحے بھی غافل نہیں رہنا چاہیے۔ اگر خدا پر بھروسہ اور توکل نہ ہوتا تو مشکل سے ہی تصور کیا جا سکتا تھا کہ ایران میں کبھی اسلامی انقلاب آ سکے گا۔ اس اسلامی انقلاب کی اساس اور بنیاد انسان سازی پر رکھی گئی ہے۔ پہلے مرحلے میں انسان سازی یعنی دل کی تعمیر اور روح کا آباد کرنا ہے۔ دنیا اگر نعمتوں اور لذتوں سے پر ہو لیکن انسان اخلاق، انسانیت اور دینداری سے عاری ہو تو یہ دنیا اہل دنیا کو کچھ نہیں دے سکتی، بشریت کو آسائش اور تسکین نہیں بخش سکتی۔ انسان کی آسائش کی تسکین کا سامان اس اخلاق سے فراہم کیا جا سکتا ہے جس کا سرچشمہ دین ہے۔ دنیا میں اگر اخلاق و معنویت اور دین نہ پایا جائے تو وہی ہو گا جس کا ہم آج اس دنیا مین مشاہدہ کر رہے ہیں کہ چند استکباری قوتیں اور طاقتیں دنیا کی ایک بڑی مظلوم آبادی پر اپنے مظالم کا منہ کھولے ہوئے ہیں۔

اسلامی انقلاب کے عوامل

اسلامی انقلاب کن عوامل کی بنیاد پر عالم وجود میں آیا ہے؟ اسلامی انقلاب کسی ایک وجہ سے نہیں بلکہ متعدد و مختلف عوامل کی بنا پر رونما ہوا ہے۔ اسلامی انقلاب کو سمجھنے کے لئے علمی، تاریخی، جامعہ شناس اور عمیق و دقیق نگاہ کی ضرورت ہے کہ انسان آئے اور غور وفکر کرے۔ البتہ یہ انقلاب کن عوامل کی بنا پر رونما ہوا، ایک طویل علمی بحث ہے لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ وہ چیز جس کے ذریعہ اس انقلاب کی روح اور گہرائی تک پہنچا جا سکتا ہے، وہ حُبِ خدا، الٰہی تکالیف کی انجام دہی اور قیام یعنی خدا کے لئے اٹھ کھڑا رہنا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض افراد کے اذہان میں دوسرے عوامل مثلاً جنگ وغیرہ بھی آئیں لیکن یہ بھی صحیح ہیں اور یہ بھی اس انقلاب کی علتوں میں شامل ہیں۔

اسی طرح کی علتیں انقلاب سے پہلے بھی اذہان میں پائی جاتی تھیں اور یہ انقلاب کے رونما ہونے میں موثر تھیں لیکن ان تمام عوامل کے پس پشت بھی ایک طاقت کارفرما تھی اور وہ تھی روح دینی اور ذمہ داری و وظیفہ کی انجام دہی کے احساس کی طاقت کیونکہ ظلم وستم سے مقابلہ، فساد سے مبارزہ، پسماندگی، فقر وغیرہ سے جنگ ان موارد میں سے ہیں جو رضائے الٰہی کا باعث بنتے ہیں۔ خداوند عالم نے بھی انسان کیلئے مختلف مقامات پر اس طرح کے احکامات بیان فرمائے ہیں۔

اگر عنصر دینی نہ پایا جائے تو اس طرح کے عوامل سماج کے ہر طبقے میں عمیق و وسیع صورت میں سامنے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ انقلاب ایک ختم نہ ہونے والا انقلاب ہے۔ اگر عنصر دینی نہ پایا جائے تو کوئی بھی تحریک ہو مختصر سے عرصے کے بعد دم توڑ دیتی ہے۔

چند معین شدہ افراد ایک سمت میں آگے بڑھتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ اپنی اپنی جگہ

خاموش بیٹھ جاتے ہیں یا چند افراد اپنے اہداف تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں اور چند دیگر حکومت و جاہ وحشم میں پھنس کر رہ جاتے ہیں ایک گروہ عیش وعشرت کا شکار ہو جاتا ہے اور دوسرا فقر و فاقہ کا۔ اس طرح آہستہ آہستہ یہ قصہ یہیں ختم ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال دنیا کی مختلف تحریکوں اور انقلابوں میں بطور عیاں دیکھی جا سکتی ہے کیونکہ ان تحریکوں میں اسم خدا، نام خدا، یاد خدا، عنصر عبادت واخلاص نہیں پایا جاتا تھا، امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے جیسا کوئی الٰہی معنوی رہبر موجود نہیں تھا، لہٰذا یہ تحریکیں اپنا ذرا سا بھی اثر چھوڑے بغیر مختصر سے عرصے میں ختم ہو گئیں لیکن اسلامی انقلاب میں معاشرے کے سارے افراد، مرد و زن، بوڑھے، بچے شریک تھے حتی ایسے افراد بھی اس انقلاب میں پیش پیش تھے جو اجتماعی امور میں کبھی دخیل نہیں رہے تھے۔ اس کے علاوہ ایسے افراد کو بھی دیکھا گیا کہ جنھوں نے اپنی پوری زندگی میں خود اپنی خاطر کبھی کوئی بڑا اور خطرناک کام انجام نہیں دیا تھا۔

یہ تھا اسلامی انقلاب اور ایسا انقلاب کہ ساری اسلامی تاریخ پہلی اسلامی حکومت کے بعد سے ہمارے زمانے تک ایسا انقلاب نہیں دکھا سکتی۔ آخر یہ کیسا انقلاب تھا؟ اس انقلاب کے پس منظر میں کون سی طاقت کارفرما تھی؟

یہ طاقت تھی اسلامی طاقت، قرآنی طاقت، دینی طاقت۔ اس انقلاب کی بنیاد اس نکتہ پر رکھی گئی تھی کہ آئندہ آنے والی حکومت ایک اسلامی حکومت ہوگی، قوانین، اسلامی قوانین ہوں گے۔ آپ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں ایسا آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔

البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج کچھ افراد ناشکری کر رہے ہیں۔ خدا کی نعمتوں کو حقیر شمار کرتے ہیں۔ بطور مثال اگر کسی عدالت نے ایسا کوئی حکم صادر کر دیا ہے، کسی سرکاری افسر نے کہیں کوئی ایسی بات کہہ دی ہے جو ان لوگوں کے مزاج اور مرضی کے خلاف ہوتی ہے تو ایک واویلا مچ جاتا ہے۔ انقلاب، حکومت، جمہوری اسلامی، ولایت یعنی اس عظیم تحریک کے تمام

جوانب پر ایک سوالیہ نشان لگا دیتے ہیں۔ ہر چیز کی مخالفت شروع کر دیتے ہیں جب کہ یہ لوگ اصل حقیقت آشنا بھی نہیں ہوتے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج انقلاب کے اتنے سال گزرنے کے بعد بھی دنیا کے کونے کونے سے ہمارے پاس مسلمان دانشمند و علماء حضرات تشریف لاتے ہیں اور ہم سے یہ کہتے ہیں کہ آپ ایران میں زندگی گزارتے ہیں، آپ نے اپنے ہاتھوں سے انقلاب کی آبیاری کی ہے، آپ کو احساس نہیں ہے کہ آپ کا برپا کیا ہوا یہ انقلاب کتنا عظیم انقلاب ہے۔ یہ انقلاب تاریخ کا منفرد انقلاب ہے۔

ایک ایسا ملک جو امریکہ کی پناہ گاہ تھا، جس کے وزراء دنیا کی استکباری طاقتوں کے آگے ماتھا ٹیکتے تھے، جس ملک کی حکومت حاکموں کے گھروں (خاندانوں) میں تقسیم ہوتی تھی، روز بروز معاشرے کو دین سے جدا کیا جا رہا تھا، عوام کو زبردست اخلاقی پسماندگی، جنسی بے راہ روی کی طرف مائل کیا جا رہا تھا، اگر ایسے ملک میں کوئی آئے اور ایک مستقل، آزاد و عوامی حکومت کی بنیاد رکھے تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ عوام کے عام طبقے سے خواص تک سبھی انسان، پارلیمینٹ کے اراکین، قوہ قضائیہ و مجریہ اور فوج وغیرہ کے ذمہ دار افراد سبھی مومن و متدین ہیں۔ ان میں سے بعض نافلہ خوان اور نماز شب کے پابند بھی ہیں۔ ایران کوئی عام ملک نہیں ہے بلکہ ایک ایسا ملک ہے جو امریکہ جیسی طاقت سے بھی بغیر کسی خوف و خطر کے ٹکرا جاتا ہے۔

یہ معمولی نکات نہیں ہیں بلکہ قابل غور و اہم ہیں۔ بہر حال اگر اسلامی حکومت کے تحت کچھ موارد ایسے مل جائیں جن پر اعتراض کیا جا سکے تو کیا حضرت علی علیہ السلام کے دور حکومت میں ایسے موارد نہیں تھے؟

کیا اس وقت بد اخلاقی نہیں تھی؟

حد شرعی جاری نہیں ہوتی تھی؟

کیا اس زمانے میں چوریاں نہیں ہوتی تھیں؟

یقیناً تاریخ کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کچھ تھا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جہاں چوریاں ہوتی تھیں وہیں حدود شرعی بھی جاری ہوتی تھی۔ قابل اعتراض یہ نہیں کہ چوری ہو اور حد شرعی بھی جاری ہو بلکہ قابل اعتراض یہ ہے کہ چور اور فاسد افراد کے خلاف حدود شرعی جاری نہ ہوں اور ان کو دین کی طرف مائل نہ کیا جائے۔

ایک معاشرے میں، ایک قوم کی تعلیم و تربیت ایک مختصر عرصے میں یعنی چند برسوں میں تو نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لئے ایک طویل زمانہ چاہیے۔ جمہوری اسلامی ایران کا اسلامی انقلاب، اتنا عظیم واقعہ! دوسرے افراد بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں اور ہم بھی اس بارے میں غور و فکر کرتے ہیں کہ ایک دن آئے گا کہ یہی اسلامی انقلاب ایک بڑی اور عالمی تحریک میں تبدیل ہو جائے گا۔ اس انقلاب کو ایک عظیم انقلاب کہا جارہا ہے۔ اس کی وجہ بھی واضح ہے اور وہ یہ کہ امریکہ، اسرائیل، استکباری طاقتیں اور عالمی قوتیں اس اسلامی نظام کو کسی بھی صورت میں قبول نہیں کر پارہی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس عظیم تحریک کی ساری دنیا مخالفت کر رہی ہے۔ ایک ایسی قوم کو جو اتنا عظیم انقلاب برپا کر دے اور پھر اس انقلاب کے خاطر خواہ نتائج بھی ظاہر ہو جائیں، اسی پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ روز بروز ترقی کی طرف مائل رہنا چاہیے۔

امریکہ اور اس وقت کی روس جیسی عالمی طاقتیں موجودہ اسلامی نظام کی از اول مخالف تھیں۔ بحمد روس ختم ہو گیا لیکن امریکہ ابھی تک اپنی تمام تر پلیدگیوں کے ساتھ باقی ہے۔ امریکہ نے ایران کے سلسلے میں اپنی مخالفت اس طرح ظاہر کی کہ عراق کے پس پردہ ایران کے ساتھ آٹھ سال تک جنگ لڑی لیکن یہ اس انقلاب کی برکت تھی کہ ہماری قوم نے ان تمام مشکلات کا سامنا کیا اور دشمن کو منھ کی کھانی پڑی۔

مذکورہ عالمی استکباری طاقتوں میں سے ہر طاقت میں اتنی صلاحیت ہے کہ ایک نظام یا

حکومت کوتہہ و بالا کردے لیکن ایران کے خلاف اقتصادی پابندیاں، جدید ترین اسلحہ جات کے ذریعہ طویل جنگ اس پر مستزاد عالمی پروپیگنڈہ بھی ایران کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ آٹھ سال تک طویل جنگ لڑنے کے باوجود بھی ایران کی ایک انچ زمین حاصل نہ کی جاسکی۔ یہ کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔

یہ عظیم کارنامہ اس انقلاب اور اس نظام حکومت کی ہی برکت تھی کہ ایران وعراق کے مابین ۸ سالہ جنگ ختم ہوئی اور ایک مرتبہ پھر ملک کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے کوششیں شروع کردی گئیں۔ آج آپ ملک کے کسی بھی گوشے میں چلے جائیں آپ کو ایسے افراد مل جائیں گے جو ملک کی آئندہ خوشحالی کے لئے کوشاں ہیں۔ ملت، قوم، افسران بالا وغیرہ سبھی اس سمت میں جدوجہد کررہے ہیں۔ یہ اس انقلاب کا اثر ہے اور یہ آئندہ بھی دوام حاصل کرے گا۔ ملک کی خوشحالی، رفاہ اور فلاح و بہبود کے لئے شروع کی گئی یہ تحریک مستقبل میں بھی باقی رہے گی۔ ہماری قوم کسی بھی صورت میں میدان چھوڑ کر فرار اختیار نہیں کرسکتی۔

یہ سب دین کی برکتیں ہیں۔ یہ انقلاب، دین و مذہب سے جدا انقلاب نہیں ہے۔ یہ سیاسی پارٹیوں اور مختلف اشخاص کے نظریات پر مبنی انقلاب نہیں ہے بلکہ ایک ایسا انقلاب ہے جو ایک متدین اور مذہبی قوم کے ذریعہ عالم وجود میں لایا گیا ہے۔ لہٰذا اس انقلاب کا اصل عنصر بھی یہی ہے۔

ہمارے معاشرے کی سعادت کا راز خدا پر ایمان

ملت ایران بنام اسلام رو بہ ترقی ہے اور اسلام ہی کی خاطر جدوجہد کررہی ہے اسی بنا پر یہ عظیم واقعہ بھی رونما ہوا کہ عصر حاضر میں دین خدا اور اسلامی تعلیمات کی اساس پر ایک نظام

حکومت و معاشرہ کی بنیاد پڑی۔ مادی وسائل کے ذریعہ کسی بھی قیمت پر یہ چیز ممکن نہیں تھی۔ اسلامی اقوام، ایران کی اس اسلامی تحریک کی طرف شدت سے مائل ہیں۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے۔ اس اسلامی مملکت کے خلاف وسیع پیمانے پر پروپیگنڈہ کے باوجود ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان قومیں ایران کے اسلامی انقلاب کے متعلق پر امید ہیں اور اسی لئے اس سمت میں حرکت بھی کر رہی ہیں۔ آج دنیا میں شاید ہی کوئی مسلمان قوم ہو جو اس اسلامی تحریک سے متاثر نہ ہو۔

مسلمان قوموں میں اس انقلاب سے متعلق یہ امید و تمایل اسی صورت میں باقی رہ سکتا ہے جب ہم دین خدا پر ایمان رکھتے ہوئے ذرہ برابر انحراف کا شکار نہ ہوں۔ عالمی طاقتوں، عالمی مسائل، ملکی سیاست، خارجی و داخلی سیاست سے بھی ہم مذکورہ صورت میں ہی مقابلہ کر سکتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ معاشرے سے اس راز سعادت یعنی ایمان بہ خدا کو اپنی زندگی اور معاشرے میں لحظہ بہ لحظہ قوی اور مستحکم کریں۔ ملک و ملت کو اسلامی تعلیمات کی طرف بیشتر راغب کریں۔ معاشرے کے جوان طبقے کو اسلامی تعلیم و تربیت پر عمل پیرا ہونے کی عملی دعوت دیں۔ ہماری دانشگاہوں کا فریضہ ہے کہ وہ جوانوں کو نہ فقط عالم بلکہ مسلمان عالم باعمل بنا کر معاشرے میں پیش کریں اور یہی اسکول و کالج وغیرہ کی بھی ذمہ داری ہے۔ غیر ازیں یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے کہ معاشرے میں اسلامی تعلیمات کو اس قدر رائج کریں کہ دوسری تمام تعلیمات و افکار ماند پڑ جائیں۔

خدا پر ایمان اسلامی فوج کا امتیاز

اگر چہ فوج کے لئے اسلحہ وغیرہ بنیادی ضرورتوں میں سے ہے لیکن وہ چیز جو ہماری اسلامی فوج کو دوسری افواج سے جدا کرتی ہے وہ خدا پر ایمان، فرمان الٰہی کی انجام دہی اور جہاد فی سبیل اللہ کا احساس ہے۔ یہ وہ اصل عنصر ہے کہ اگر اس کو جدا کر دیا جائے تو ہماری اسلامی فوج بھی دوسرے ممالک کی افواج کی طرح فقط افراد پر مبنی فوج ہو کر رہ جائے گی یعنی اگر اسلحہ جات، افراد، استعداد وغیرہ پر تسلط حاصل ہو گیا تو ممکن ہے کہ استقامت پیدا ہو جائے لیکن اگر دشمن کی طاقت ہم سے ذرا سی زیادہ ہو گئی تو ممکن نہیں ہے کہ ہم مقابلہ کر سکیں۔

آج ہم سب پر واضح ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں تعداد اور افراد یعنی مادیات کے لحاظ سے اسلامی مملکت اور افواج سے قوی تر ہیں۔ قوی تر اس صورت میں ہیں جب ہم ایمان کو اسلامی افواج سے خارج کر دیں لیکن اگر ایمان کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت اسلامی لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہی وہ عنصر ہے جس کو ہمیں اپنی فوج میں راسخ کرنا ہے ورنہ ظاہری قدرت و طاقت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ صرف اتنا ہی تو ہے کہ یہ طاقتیں ہم سے اس میدان میں آگے ہیں۔ اگر ہم کوشش کریں تو اس میدان میں ہم بھی ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ایمان ایک ایسا عامل اور ایک ایسا عنصر ہے جو ہمارے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اسے اپنی دفاعی افواج کی رگ رگ میں داخل کر دیں۔

ہمارے انقلاب کی تاریخ ہے کہ ہم جب بھی فاتح ہوئے اسی ایمانی قوت کی بنا پر اور جب بھی ہم نے دشمن کے ہاتھوں شکست کھائی اسی ایمان کے نہ ہونے کی بنا پر۔ اگر عراق کے خلاف ہماری دفاعی جنگ میں کئے گئے ہمارے مختلف فوجی آپریشن کا تجزیہ کیا جائے تو نتیجہ وہی برآمد ہوگا جو ذکر کیا جا چکا ہے۔ جہاں جہاں ہمارے قلوب حرارت ایمانی سے شعلہ ور تھے وہاں

وہاں ہم نے تمام رکاوٹوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا اور جس جس مقام پر ہم نے مادیات اور ظاہری فتوحات کی طرف مائل ہو کر فرمان الٰہی اور احکام شرعی کو پس پشت ڈال دیا تھا اس اس مقام پر مغلوب ہو گئے تھے۔

خدا کے ساتھ رابطے کی برقراری ہم سب کی ذمہ داری ہے

اس مقام پر ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کی شناخت حاصل کریں۔ہم میں سے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ خدا پر ایمان اور خدا کے ساتھ رابطہ کو برقرار رکھے اور کسی بھی قیمت پر اس کو منقطع نہ ہونے دے۔خدا کے ساتھ ارتباط و رابطہ سے مراد یہ ہے کہ ہم اپنے قلب، عمل، اخلاق، رفتار و گفتار کو رضائے الٰہی کے مطابق قرار دیں۔خود پرستی، دروغ گوئی، تہمت، فریب، نفس پرستی و خواہشات نفسانی سے پرہیز کریں۔یاد خدا، ذکر خدا، توجہ بہ خدا، نفس امارہ کی مخالفت اور عبادت حقیقی کو روز بروز اپنے اندر قوی سے قوی تر کریں۔یہی ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

گذشتہ ۲۰، ۲۵ برسوں میں ہماری ملت کے اسلامی مجاہدین کی شجاعت، قدرت توانائی، ایثار، روحی استقلال، خوداعتمادی اور خدا پر توکل وغیرہ کے متعلق جو کچھ گزرا ہے وہ کسی بھی طرح قابل تعریف نہیں ہے۔ہماری ملت کے شجاع مردوں اور غیور عورتوں نے دور حاضر کی عالمی طاقتوں کے جدید ترین اسلحوں کا مقابلہ کیا ہے اور انہیں ناکارہ بنا دیا ہے۔ان واقعات کا بیان آخر کس طرح کیا جاسکتا ہے! ان واقعات کو قلم و کاغذ کے ذریعہ مقید نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ ان سے بھی ماوراء چیزیں ہیں۔

ایمانی قوت کے مقابل استکباری قوت کی کوئی حیثیت نہیں ہے

دورحاضر کے عالمی استکبار کے پاس کیا ہے؟

آخرامریکہ کے پاس کیا ہے کہ مختلف ممالک اورحکومتوں پر اپنا حکم چلاتا ہے؟

مادی اسلحہ، پیسہ، ایٹم بم، جنگی جہاز، جدید ٹیکنالوجی....اور کیا ہے؟

لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ ظاہری قدرت کے لحاظ سے یہ چیزیں یقیناً اہمیت کی حامل ہیں لیکن ایمان کے مقابلے میں ان کے پاس کیا ہے؟ ایمان ایک ایسی طاقت ہے کہ امریکہ کی ساری ظاہری توانائی وطاقت بھی اس طاقت کے مقابلے میں صفر ہے۔

بحمدہ تعالیٰ ہماری ملت اس ایمانی قوت سے مالا مال ہے اور یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا میں ظاہری طاقتیں مل کر بھی ایران کے اسلامی انقلاب کو مغلوب نہیں کرسکتیں۔ملت ایران اس عمیق ایمان کی بنا پر ایک مغلوب نہ ہونے والی ملت ہے۔کوئی طاقت اس ملت کو شکست نہیں دے سکتی۔نہ خارجی دشمن اور نہ داخلی دشمن۔

نصرت خدا اور مومنین پر اعتماد

اہم امور کے سلسلے میں فقط خدا کی نصرت اور عوام الناس کے ایمان پر تکیہ کرنا چاہیے۔ ظاہری طاقت وقوت، اسلحہ، پیسہ وغیرہ کسی خاص اہمیت کے حامل نہیں ہیں۔البتہ اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ نصرت الٰہی اور عوام الناس کا ایمان ایک دوسرے کے مساوی نہیں ہیں یعنی جب ہم خدا اور نصرت خدا پر بھروسہ کریں گے تو خود بخود لوگوں کے قلوب خداوند عالم کی طرف مائل ہوجائیں گے۔

خداوند تبارک وتعالیٰ نے رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظیم ترین ذمہ داریاں عطا کرنے کے

بعد فرمایا:

هُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَكَ بِنَصۡرِهٖ وَبِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ.[1]

یعنی اسی نصرت خدا اور مومنین کی امداد نے تمہیں آگے بڑھنے میں مدد کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں یقین ہے کہ جب ظاہری طاقتیں حق کے مقابل آتی ہیں تو ہیچ ہوجاتی ہیں۔ اگر باطل سے بے اعتنائی برتی جائے اور اپنے ارادے اور نصرت خدا کے سہارے اس کا مقابلہ کیا جائے تو باطل کچھ نہیں کرسکتا۔ جب کبھی بھی عوامی طاقت کے ذریعہ مقابلہ کیا جائے گا باطل خود بخود عقب نشینی اختیار کرنے پر مجبور ہوجائے گا۔

اس ایمان کو قوی اور مستحکم ہونا چاہیے اور ملت کو اپنی ایمانی طاقت کے سہارے پیش قدمی کرنا چاہیے یعنی نصرت الٰہی پر اعتماد کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے۔ مشکلات و مسائل سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے تاکہ دشمن ہمارے اندر خود کو نافذ نہ کرسکے۔ ماضی میں ایسے افراد تھے جو نہایت سطحی افکار کے حامل تھے اور فقط ظاہر کو دیکھ کر فیصلہ کرلیا کرتے تھے البتہ ان افراد کو متہم نہیں کیا جاسکتا لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ افراد باور نہیں کرپاتے تھے کہ ہماری قوم بھی دشمن کا خاطر خواہ مقابلہ کرسکتی ہے لیکن وہ شخص جو تاریخ اور سنت الٰہی سے آشنا ہے وہ مقاومت کرتا ہے اور اپنے ارادے کو قوی و مستحکم بنائے رکھتا ہے۔

اسلام پر ایمان

اسلامی دنیا میں جو اہم ترین حادثات و واقعات رونما ہوئے ہیں ان میں کلیدی کردار اسلام پر ایمان ہے۔ چونکہ ہم اسلام کی خاطر فداکاری اور ایثار کرتے ہیں لہٰذا خداوند عالم بھی

---

[1] سورہ انفال ٦٢

ہماری نصرت کرتا ہے۔ جمہوری اسلامی ایران چونکہ خدا، اسلام اور قرآن کی پیرو ہے لہٰذا دنیا کی دوسری اقوام بھی ایرانی قوم کو احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ صادقانہ اور مخلصانہ طور پر اپنی تحریک کو لے کر آگے بڑھے تھے اسی لئے دنیا میں اُنکا ایک اہم اور محترم مقام بنا اور اسی لئے دنیا کو متاثر کر سکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ خداوند عالم نے بھی ان کی مدد فرمائی اور دور حاضر کا اتنا بڑا کارنامہ انجام دے دیا۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کا راز اب تک جو ہم کشف کر سکے ہیں وہ ایمان ہے اور یہی وہ راز ہے جس کی تہہ تک ہمارے دشمن یعنی دنیا بھر کی استکباری طاقتیں پہنچ گئی ہیں۔ اوائل اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی طرح ایک بار پھر دشمن اپنی تمام تر قوت و طاقت کے ساتھ ہمارے اس ایمان سے نبرد آزما ہے۔ لہٰذا دشمنی کی اصل وجہ ایمان ہے۔ آج دنیا سمجھ گئی ہے کہ ایران اسی ایمان کی بنا پر متحدر رہے گا اور اپنے رہبر کا انتخاب کرے گا۔

یہی ایمانی قوت ہے جس کی بنا پر ایران کسی بھی طاقت سے زیادہ خوف زدہ نہیں رہتا ہے۔ ایران کی ترقی، عروج، فلاح و بہبود سب کچھ اس ایمان کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا آج دنیا ہمارے ایمان، ہمارے مذہب کی وجہ سے ہماری مخالف ہوگئی ہے اور چاہتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسلام و اسلامی انقلاب کو مخدوش کر دیا جائے۔

اپنے خیال میں وہ لوگ ہمیں برا بھلا کہتے ہیں، ہمیں قدامت پسند کہتے ہیں درحالانکہ اس صورت میں وہ ہماری تعریف ہی کرتے ہیں۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم اسلامی اصول و تعلیمات کی طرف پلٹ آئے ہیں۔ یہی ہماری بلندی و قدرت کا راز ہے۔ گذشتہ چند برسوں کے دوران دنیا بھر نے ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کیا ہے۔ ہماری ملت ایسے افراد کو کسی بھی صورت میں معاف نہیں کر سکتی جو کسی نہ کسی صورت میں اسلام کی اہانت کرتے رہے ہیں۔ اسلام و ایمان ہماری عزت اور ہماری نصرت ہے۔ یہی اسلام

وایمان ہماری دنیاوآخرت کاضامن ہے۔

اسلامی انقلاب اورخدا پرایمان

دنیا کے دوسرے انقلابوں کے برخلاف ہمارا اسلامی انقلاب ایمان الٰہی کی بنا پر عالم وجود میں آیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ انقلاب کے حامی اور پیرو دنیا کی کسی بھی مادی طاقت کے آگے سرخم نہیں کرتے۔

وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ.[1]

اسلامی، الٰہی اور معنوی ایمان کی خصوصیت، خدا پر کامل ایمان ہے۔ یہ ایمان اولاً اس بات کا موجب ہوتا ہے کہ انسان دشمن سے خوف زدہ نہ ہو اور ثانیاً ایسا انسان جو خدا کا معتقد ہے، اپنی تکلیف اور ذمہ داری انجام دیتا ہے اور نتیجے کی پرواہ نہیں کرتا یعنی اگر قتل کر دیا تب بھی فاتح اور اگر زندہ بچ گیا تب بھی فاتح۔ایسا شخص چونکہ مخلصانہ کام کرتا ہے لہٰذا خداوند عالم اس کی کوشش رائگاں نہیں جانے دیتا۔ایک نہ ایک دن اس کا خون رنگ لاتا ہے اور نتیجہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

ایک مومن اس طرح سوچتا ہے۔ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ، اس انقلاب کے بانی اسی نظریے کے معتقد تھے۔اسی لئے آپ جنگ، سیاست، اقتصادیات، سماجیات وغیرہ کسی بھی میدان میں کبھی بھی تذبذب کا شکار نہیں ہوتے تھے۔

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کا راستہ اور منزل واضح تھی۔لہٰذا بغیر کسی تردید وتذبذب کے استقامت کے ساتھ انقلاب کو اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیا۔

---

[1] سورہ آل عمران، ۱۷۰

قربت خدا اور ہماری اسلامی حکومت

ہم سب ہی کی سعی وکوشش یہ ہونی چاہیے کہ خدا کو اپنے سے راضی کرسکیں۔ ہماری اور ہمارے انقلاب کی کامیابی کا راز بھی یہی ہے۔ایک ایسا نظام کہ ساری دنیا کی مادی طاقتیں جس کی مخالفت کررہی ہیں اور چاہتی ہیں کہ اس کو نیست و نابود کردیں، بحمد اللہ روز بروز مستحکم اور قوی ہورہا ہے۔اگر ایران میں اسلامی نظام کے علاوہ اور کوئی دوسرا نظام ہوتا تو نہ جانے کب کا گزشتہ تاریخ ہوگیا ہوتا۔

ہم نے گذشتہ ۲۰، ۲۵ برسوں میں کبھی بھی اپنے اصولوں کی پامالی نہیں کی ہے۔ ہمارے جو اصول اوائل انقلاب میں تھے، آج بھی وہی ہیں اور انشاء ا... ہمیشہ رہیں گے۔ موجودہ اسلامی نظام حکومت کی استقامت اسی قربت خدا کی بنا پر رہی ہے۔

آج دنیا کے مختلف ممالک میں ایران کے اسلامی انقلاب کے نام پر نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ہم یورپ، افریقہ، ایشیا وغیرہ کے مسلمانوں سے ایسے کون سے رابطے مستحکم کرسکے ہیں کہ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی تاسف آور رحلت کے بعد ان مسلمانوں نے ہم سے اظہار ہمدردی کیا تھا؟

امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے بعد ایک ایرانی وفد کسی دوسرے ملک گیا تو وہاں کی عوام نے اس گروپ کا استقبال اس طرح کیا کہ ان کے ہاتھ پسِ گردن پر تھے اور وہ سب گریہ وزاری کررہے تھے۔

ہم میں اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں میں یہ رابطہ کس نے ایجاد کیا؟

ہم نے؟

قطعاً نہیں،

ہمارے اور ان کے درمیان یہ روحی وقلبی رابطہ خداوند عالم نے خلق کیا ہے۔

قرآن کریم میں خداوند عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرما رہا ہے:

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ. [۱]

یعنی اے رسول! اگر تم دنیا کی ساری دولت خرچ کر دیتے تب بھی تم لوگوں کے قلوب کو نزدیک نہیں لا سکتے تھے۔

اسی طرح اگر دور حاضر میں ہم بھی اپنی ساری دولت خرچ کر دیں تب بھی ہمارے اندر اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ لوگوں کے درمیان روحی وقلبی ارتباط قائم کر سکیں۔ چونکہ فقط خدائے تبارک وتعالیٰ سے قرب ہی لوگوں کے درمیان رابطہ ومحبت کا باعث بنتا ہے۔

اسلام دین توحید ہے توحید یعنی خدائے بزرگ کے ماسوا کسی کی عبادت نہ کرنا، کسی کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنا یعنی نظام وحکومت بشری کا گریباں چاک کر دینا اور شیطانی و مادی طاقتوں کے طلسم کو ختم کر دینا۔

توحید یعنی خدا کے ذریعہ دیئے گئے مظلوم کی ظالم پر فتح کے سلسلے میں وعدے پر یقین کامل رکھنا، رحمت خدا سے پرامید ہونا اور شکست کے احتمال سے نہ گھبرانا۔ توحید یعنی خدائے عزو جل پر اعتماد، یقین اور بھروسہ۔

حیات طیبہ اور اسلام

آپ جس وقت عبادت خدا انجام دیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، کسی غریب کی مدد کرتے ہیں یا کوئی دوسرا نیک عمل انجام دیتے ہیں تو آپ کو اندرونی لذت حاصل ہوتی ہے۔ یقیناً آپ نے اس روحانی لذت کا احساس کیا ہوگا۔ یہ احساس کسی مادی فعل کی انجام دہی کے ذریعہ حاصل

---

[۱] سورہ انفال ٦٣

نہیں کیا جا سکتا۔اس احساس کا مشاہدہ فقط وہی افراد کر سکتے ہیں جو خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہر مومن کی زندگی میں اس طرح کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں، کسی کی زندگی میں کم اور کسی کی زندگی میں زیادہ۔بعض اوقات انسان ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ اپنی اس حالت کو برقرار رکھنے کے لئے وہ اپنا سب کچھ قربان کرسکتا ہے۔ البتہ انسان کی مادی زندگی اس کو اس روحانی حالت سے باہر نکال دیتی ہے اور اسی لئے یہ روحانی حالت شاذ و نادر ہی حاصل ہو پاتی ہے۔

وہ افراد جو خدا پر ایمان کامل نہیں رکھتے ہیں اس طرح کی روحانی کیفیات سے لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔ایسے نہ جانے کتنے افراد ہوں گے کہ مادی زندگی گذارنے کی بنا پر انھوں نے اپنی ساری زندگی میں ایک دفعہ بھی اس لذت بخش کیفیت کا احساس نہیں کیا ہوگا۔

اسلام اسی ہدف کے تحت نازل کیا گیا تھا کہ انسان کو اس عظیم مقام کی طرف لے جائے جو اس کی منزل مقصود ہے۔اسلام قلوب کو منور و روشن کرنے آیا تھا، برائیوں کی جگہ نیکیوں کو رائج کرنے آیا تھا کہ ان راہوں سے ہم مذکورہ روحانی و معنوی لذت کا احساس کرسکیں اور نہ فقط محراب عبادت میں بلکہ اپنی روزمرہ زندگی میں بھی یعنی ہر طرح کے امور میں یاد خدا کو فراموش نہ کریں۔

اگر دنیا میں ایسے افراد پیدا ہو جائیں کہ جن کا سارا ہم و غم یاد خدا ہو تو ہر طرح کا ظلم و جور، ناانصافی، جنگ، فساد وغیرہ خود بخود ختم ہو جائیں گے۔اگر ایسے افراد پیدا ہو گئے تو ان کی حیات کو بھی حیات طیبہ کہا جا سکتا ہے۔لیکن حیات طیبہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ انسان فقط عبادت گذار رہو، نماز بجالاتا ہو، روزہ رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ اور بقیہ امور زندگی سے قطع نظر کرلے بلکہ حیات طیبہ سے مراد یہ ہے کہ دنیا و آخرت میں باہمی امتزاج پایا جاتا ہو۔

حیات طیبہ سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک ملت اپنی ترقی و فلاح و بہبود کے لئے کوشش کر رہی ہے، معاشیات، سماجیات، تعلیم، ٹیکنالوجی وغیرہ جیسے میدانوں میں کام کر رہی ہے تو ضروری

ہے کہ ساتھ ہی ساتھ اس ملت کے قلوب یادِ خدا سے مملو بھی ہوں یعنی دنیوی و اُخروی امور کے ساتھ ساتھ خدا سے رابطہ بھی برقرار رہے۔ یہی اسلامی حکومت کا ہدف ہے۔ یہی وہ ہدف ہے کہ جس کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام کی طویل فہرست نازل کی گئی، اسلام نازل کیا گیا، قرآن نازل کیا گیا، مصلحان عالم نے بھی اسی ہدف کو بیان کیا۔ گذشتہ سو (۱۰۰)، ڈیڑھ سو (۱۵۰) برسوں میں مختلف اسلامی شخصیات نے بھی اسی جانب توجہ دلائی ہے۔

اسلام اور حیات طیبہ

ہمارے تمام مشخص اہداف فقط ایک لفظ، اسلام میں سمٹے ہوئے ہیں۔ اسلام فقط ایک عقیدہ کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام یعنی حیات طیبہ۔ جس وقت نظام اسلامی اور حیات اسلامی کا ذکر آتا ہے تو اس وقت مراد یہی ہوتی ہے کہ یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں بشری ضرورتوں اور اس کے کمال کے لئے تمام احکامات بیان کر دیئے گئے ہیں یعنی یہ ایسا نظام ہے جس میں مادی اور معنوی و روحی تمام ضروریات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسلام نے اس کو ثابت بھی کر دیا ہے کہ اگر معاشرہ اسلامی عقائد کا تابع ہو اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو تو اسلام ہر موقع پر اس معاشرہ کا دفاع کرسکتا ہے۔

آج ساری دنیا فقط اسی وجہ سے ہماری دشمن ہے کہ ہم تابع اسلام ہیں:

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔[1]

اور انہوں نے اہلِ ایمان کی کسی چیز کو ناپسند نہیں کیا (اور ان میں کوئی عیب نظر نہیں آیا) سوائے اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو غالب ہے (اور) سزاوارِ ستائش ہے۔

---

[1] سورہ بروج ۸

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس پر آشوب دور میں اگر ہم کو کوئی پناہ گاہ حاصل ہو سکتی ہے تو وہ فقط اسلام ہے۔ اسی اسلام کے دائرے میں رہ کر ہم اپنی شخصیت، کردار اور حیات طیبہ کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

اسلام میں انسانی رشد و کمال کے تمام عناصر کا وجود

اسلام کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کے رشد و کمال کے تمام تر عناصر خواہ مادی ہوں یا معنوی، موجود ہیں یعنی اسلام میں "خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا" [1] (وہی تو وہ (اللہ) ہے جس نے تمہارے لئے پیدا کیا وہ سب کچھ جو زمین میں ہے) اور "قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ" [2] ((اے رسول ان لوگوں سے) کہو کہ اللہ کی زیب و زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے کس نے حرام کیا ہے؟) کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ ایک کاریگر کا ہاتھ چومنا اور خود امیر المومنین علیہ السلام کا کسب معاش کرنا پایا جاتا ہے۔

اسلام نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسب معاش نہ کرے تو اس کی دعائیں مستجاب نہیں ہوتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کچھ لوگ "وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ" [3] پر تکیہ کرتے ہوئے خانہ نشین ہو گئے تو آپ نے فرمایا: خدا تم لوگوں کی کوئی دعا مستجاب نہیں کرے گا۔ آخر تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیوں فرمایا؟

---

[1] سورۂ بقرہ: ۲۹
[2] سورۂ اعراف: ۳۲
[3] سورۂ طلاق: ۳

اس لئے تا کہ معاشرہ معاشی اعتبار سے بھی وسعت پیدا کرے۔ اگر اوائل اسلام (جب اصحاب صفہ مسجد میں زندگی بسر کرر ہے تھے) اور اسلام کے پچاس سال کے بعد کی اجتماعی زندگی کا تقابل کیا جائے تو واضح فرق نظر آتا ہے۔ یہ بعد کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب معاشرہ ہر طرح کی معاشرتی۔ اقتصادی نعمتوں سے پر تھا۔ ہر طرف خوشحالی تھی، ہر طرف ترقی ورشد تھا۔ یہ ترقی و رشد اسی بنا پر تھا کہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبے پر نظر رکھی ہے۔ مادی زندگی کے علاوہ روحانی اور معنوی زندگی کا بھی خیال رکھا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ج [۱]

آپ کہہ دیجئے! اگر تمہاری دعا و پکار نہ ہو تو میرا پروردگار تمہاری کوئی پروا نہ کرے۔

یا

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط [۲]

یعنی دعا کرو تا کہ خدا تمہاری دعاؤں کو مستجاب کرے گا۔

روحانی و معنوی زندگی فقط اور فقط قرب خدا کے ذریعہ حاصل کی جا سکتی ہے۔ جس لمحے انسان خدا سے غافل رہے گا اس لمحے اس کا قلب مردہ ہو جائے گا اور روح مردہ ہو جائے گی اسی طرح جس لمحے قرب خدا حاصل ہو جائے گا اس لمحے قلب و روح بھی زندہ ہو جائیں گے۔ ورنہ قلب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مر جائے گا اور ایک وقت وہ بھی آئے گا جب قلب، پتھر کی شکل اختیار کر لے گا۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

---

[۱] سورۂ فرقان: ۷۷

[۲] سورۂ غافر: ۶۰

اَلَمۡ يَأۡنِ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِكۡرِ اللّٰهِ. [1]

کیا اہل ایمان کیلئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی یاد اور (خدا کے) نازل کردہ حق کیلئے نرم ہوں۔

اسلام جہاں مادی اور معاشی رشد وترقی کی طرف ترغیب دلاتا ہے وہیں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ معاشی اور مادی رشد وترقی قرب خدا اور رضائے خدا حاصل کرنے کے لئے کی جانا چاہیے۔انسان کوئی بھی فعل انجام دے اس کے پیش نظر خدا اور یاد خدا ہونی چاہیے۔اسلام مادی، معنوی وروحانی زندگی کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔

اسلام کسی ایک زمانے سے مختص نہیں

قرآن مجید میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:

هُوَالَّذِيۡ بَعَثَ فِى الۡاُمِّيّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ [2]

وہ (اللہ) وہی ہے جس نے اُمّی قوم میں انہی میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو ان کو اس (اللہ) کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاکیزہ بناتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اس آیت سے مراد یہ نہیں ہے کہ دین خاتم اور رسول خاتم کے آنے سے بشر مکمل طور پر تزکیہ نفس حاصل کرلے گا یا حاصل کرلیا ہے۔اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ نزول قرآن کے بعد بشر ظلم، شقاوت، ناانصافی کو یکسر خدا حافظ کہہ دے گا بلکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔تاریخ شاہد

---

[1] سورہ حدید:١٦

[2] سورہ جمعہ ٢

ہے کہ طلوع اسلام کے بعد دنیا میں حتی اسلامی معاشرہ میں دو تین دہائیاں گذرنے کے بعد بشریت پر ظلم ہوا، بشر منحرف ہو گیا، باطل غلبہ پا گیا وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا اس آیت سے مراد یہ نہیں ہے کہ رسول کی بعثت کا ہدف نجات انسان ہے، بلکہ مراد یہ ہے کہ رسول اور اسلام نے جو کچھ بھی بشریت کو عطا فرمایا، وہ ایک ایسا شفا بخش نسخہ ہے جو ہر زمانے کے مریض کی دوا ہے۔ ایک ایسا نسخہ ہے جو جہالت، ظلم یا ناانصافی، بداخلاقی جیسے تمام امراض کا علاج ہے۔

دوسرے تمام نسخوں کی طرح، اگر اس نسخے پر بھی عمل ہو گیا تو بشریت نجات پا سکتی ہے ورنہ وہی ہوگا جو کسی ڈاکٹر کے تشخیص کردہ نسخہ پر عمل نہ کرنے کی بنا پر ہوتا ہے۔ کسی اسپیشلسٹ ڈاکٹر کے بہترین نسخے تجویز کرنے کے بعد اگر اس نسخے پر عمل پیرا نہ ہوا جائے اور مرض سے افاقہ نہ ہو تو اس میں ڈاکٹر کی کیا خطا ہے؟

صدیاں گذر چکی ہیں، مسلمان قرآن مجید کو فراموش کر چکے ہیں، زندگی میں قرآن کے لئے کوئی مقام نہیں ہے، قرآن پر عمل نہیں ہو رہا ہے یا قرآن کو تحریف کر دیا گیا یا غلط تفسیر کر دی گئی ہے، قرآن کو اگر سمجھ بھی لیا گیا ہے تو اقدام کرنے کی جرأت نہیں ہے۔ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی رسول کے فرامین پر عمل نہ کیا جاتا تو کسی بھی صورت میں معاشرہ کی حالت تبدیل نہیں ہو سکتی تھی۔

اسلام اور عالم اسلام کے مسائل

عرب کے جاہل معاشرہ میں پائے جانے والے اکثر مسائل آج دوبارہ عالم اسلام میں اپنی جگہ بنا چکے ہیں یا بنا رہے ہیں۔ غربت، جہالت، پسماندگی، بداخلاقی، باہمی اختلافات

آج کے مسلم ممالک کا خاصہ ہیں۔آج دنیا میں ایک ارب سے زیادہ مسلمان موجود ہیں۔ یہ ایک اتنی بڑی تعداد ہے کہ موجودہ دنیا میں اپنا تشخص قائم کرسکتی ہے، اپنی بات منوا سکتی ہے لیکن حقیقت اس کے برخلاف ہے۔مسلمانوں کے باہمی مسائل خود ہی اتنے زیادہ ہیں کہ وہ انہی میں الجھے رہتے ہیں جب کہ اس ایک ارب آبادی میں علماء بھی ہیں اور دانشمند بھی۔ یہ افراد کیا کچھ نہیں کر سکتے؟ بہت کچھ کر سکتے ہیں لیکن شرط یہی ہے کہ تعلیمات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن پر عمل کیا جائے۔

اسلام باعث عزت وافتخار

اسلام انسان کو عزت بخشتا ہے۔انسان جب اپنے وجود میں عزت کا احساس کرتا ہے تو کسی بھی قیمت پر دوسروں کے آگے دست درازی نہیں کرتا، دشمن کے آگے سر تسلیم خم نہیں کرتا۔ آج ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ دنیا کی مختلف استکباری طاقتیں خاص طور پر امریکہ مختلف ممالک اور اقوام کو اپنا غلام بنائے ہوئے ہیں اس کی وجہ فقط اور فقط ان محکوم ممالک اور اقوام میں عزت نفس کا نہ ہونا ہے۔سب سے پہلے ان قوموں کو اسلام اور ان کی تاریخ وتہذیب سے دور کیا جاتا ہے اور پھر ان کو باطل افکار وعقائد کا تابع بنا دیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی روش ہے جس پر ساری دنیا سے عمل کروایا جارہا ہے لیکن ایک ایسی قوم جس میں قلبی اور حقیقی ایمان پایا جاتا ہے کسی بھی قیمت پر ان شیطانی طاقتوں کی پیروی نہیں کرتی اور اپنے معاملات ومسائل کو استقلالی طور پر خود حل کرتی ہے۔

اسلام محمدیؐ اور امریکی اسلام

بحمد اللہ ہماری راہ و منزل اسلامی ہے۔ ہمارا راستہ وہ اسلامی راستہ ہے جس سے دشمن ہمیشہ خوف زدہ رہتا ہے اور اس کے برعکس مظلوم و کمزور افراد پر امید اور خوش رہتے ہیں۔ اسلام اگر فقط ظاہری اسلام رہ جائے تو دشمن کا آلہ کار بن جاتا ہے۔ یہی وہ اسلام ہے جس کے بارے میں امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا کہا تھا کہ یہ امریکی اسلام ہے۔ ہم اس ظاہری اسلام یعنی امریکی اسلام کو قطعاً قبول نہیں کرتے ہیں۔

اسلام محمدیؐ وہ اسلام ہے کہ ساری دنیا میں ابو جہلانہ طاقتیں اس سے خوف زدہ رہتی ہیں۔ اگر کسی جگہ اسلام سے ابوجہل اور ابوسفیان کی موجودہ طاقتیں خوف زدہ نہ ہوتی ہوں تو ہمیں ایسے اسلام کی طرف شک کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ اگر کہیں مظلوم اور ناتواں افراد اسلام کی طرف پر امید نگاہوں سے نہ دیکھتے ہوں تو بھی ایسے اسلام کو اسلام نہیں کہا جاسکتا۔

موجودہ متمدن بشریت ایک مصلح اور عالم مہدی علیہ السلام کے انتظار میں ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ

یَمْلَأُ اللّٰہُ بِہِ الْأَرْضَ قِسطاً وَ عَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْماً وَ جَوْراً. [1]

یعنی خداوند عالم امام مہدی علیہ السلام کے توسط سے دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح پر کر دے گا جس طرح ظلم و جور سے پر ہوگی۔

لہٰذا وہ اسلام جس میں عدل و انصاف کا مادہ نہ پایا جاتا ہو کس طرح بشریت کا منظور نظر بن سکتا ہے؟ بشریت اسی اسلام کی جانب قدم بڑھا سکتی ہے جس میں ظلم و جور و ناانصافی وغیرہ کا

---

[1] بحارالانوار ج ۵۱، ص ۱۲

وجود نہ ہو اور ایسا اسلام وہی اسلام ہے جس میں مہدی موعود علیہ السلام کا تصور موجود ہو۔

یہی وہ راستہ ہے جس کی طرف امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا اشارہ کیا تھا۔ ایسا راستہ کہ جس میں اطمینان بھی پایا جاتا ہے اور امید بھی۔ لیکن یہ راستہ با آسانی ہاتھ نہیں آسکتا۔ اس کے لئے سعی و کوشش کی ضرورت ہے۔ اس راستہ کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قرب خدا حاصل کیا جائے۔

اسلام کی عادلانہ حاکمیت

حکومت اسلامی یعنی حکومت عدل و انصاف۔ ایک ایسی حکومت جو انسانی جسم کے ساتھ ساتھ روح، جذبات، اخلاق اور معنویات کے مواقع بھی فراہم کرتی ہو اس معنی میں کہ دنیا و آخرت کو باہم لے کر چلے۔

حکومت اسلامی، ظلم کے مقابلے میں ہے، طاغوت کے مقابلے میں ہے۔ حکومت طاغوت یعنی حکومت فساد و بداخلاقی، حکومت ظلم۔ اس حکومت میں دین و دنیا کا ضیاع ہوتا ہے۔

انسانیت کو اسلام محمدیؐ کی ضرورت

اگرچہ آج دنیا بھر کے تمدن و فرہنگ اسلام سے بہرہ ور ہیں اور بیشک بشر کے درمیان موجود تمام صفات و عالی مفاہیم ادیان الٰہی اور انبیائے کرام و آسمانی وحی سے مستفاد ہیں لیکن پھر بھی بشر کو معنویت، تعلیم و معارف اسلامی کی ضرورت ہے اور اسی وجہ سے روز بروز دنیا کے مختلف خطوں کے افراد اسلام کی دعوت کو قبول کر رہے ہیں۔

اسلامی انقلاب اور دنیا کی بیداری

موجودہ اسلامی انقلاب چونکہ خدا کے نام پر عالم وجود میں آیا ہے لہٰذا ہمیشہ مختلف شیطانی طاقتوں سے جنگ آزما ہے، چونکہ مظلوم اور ناتواں افراد کا حامی ہے لہٰذا ظالم و استکباری طاقتوں سے نبرد آزما ہے، چونکہ انسانی اقدار کے لئے میدان عمل میں آیا ہے لہٰذا ہمیشہ ان افراد کی مخالفت کا سامنا کر رہا ہے جو انسانی اقدار کے مخالف ہیں۔

اسلامی انقلاب دور حاضر کا ایک ایسا انقلاب ہے جس نے دنیا کو بیدار کیا ہے۔ اس سلسلے میں فلسطین اور شمالی افریقہ جیسے ممالک کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ جہاں اسلام نے اپنا پرچم گاڑ دیا ہے۔

ایک زمانے سے کافر اور استکباری ثقافت و تہذیب کے مقابلے میں مسلمانوں کو کمزور اور ضعیف شمار کیا جاتا تھا لیکن آج اسلامی انقلاب کے رونما ہونے کے بعد حالات یکسر بدل گئے ہیں۔ کل تک جہاں لاکھوں مسلمان اپنی حکومتوں سے اپنا حق مانگتے ہوئے گھبراتے تھے آج اس انقلاب کی بدولت بلاخوف و خطر اپنی آواز بلند کرتے ہیں اور حق طلبی کرتے ہیں۔

آج اسلامی ممالک میں مساجد آباد ہو گئی ہیں، نماز جمعہ کا اہتمام ہو گیا ہے لیکن کل تک ان مسجدوں میں فقط چند بوڑھے افراد ہی آیا کرتے تھے۔ اب مسجدوں میں فقط بوڑھے افراد نہیں بلکہ بڑی تعداد میں نوجوان اور جوان طبقہ بھی آتا ہے۔ یہ جمہوری اسلامی کے موجودہ اسلامی انقلاب ہی کی برکات ہیں۔

بندۂ خدا بندۂ انسان نہیں ہو سکتا

بعض افراد خیال کرتے ہیں کہ نظریہ توحید بعد از مرگ زمانے سے مربوط ہے۔ جبکہ

حقیقت یہ ہے کہ توحید پر اعتقاد اور یقین قبل از موت یعنی عالم دنیا کی تعمیر اور اصلاح کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ دور حاضر میں ہمیں بلکہ ساری امت اسلامیہ کو اسی نظریہ اور اعتقاد پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔جس قدر ہم توحید اور عبودیت خدا کی سمت قدم بڑھائیں گے اتنا ہی دنیا کی شیطانی اور استکباری طاقتوں سے محفوظ تر ہوتے جائیں گے۔ جمہوری اسلامی کی مسلمان ملت نے جس حد تک توحید خداوند عالم کو قبول کیا ہے اسی حد تک امریکہ اور دوسری استکباری طاقتوں کے شر سے محفوظ اوران کی غلامی سے آزاد ہے۔ یہ ہے توحید اور عبودیت خداوندی کا خاصہ۔

مذہب ہی موجودہ دنیوی مسائل کا حل ہے

اگر مذہب موجود نہ ہو تو دنیا میں فقط استکبار اور ظلم باقی رہ جائے گا۔لہٰذا فقط دین ہی اس طرح کے مسائل ومشکلات کا حل ہے۔آج تمام اسلامی ملتوں کا وظیفہ اور ذمہ داری ہے کہ اسلام کو اپنی آماجگاہ بنائیں اور اسلام کی حاکمیت کو قبول کریں۔ اتفاقاً اسلامی ملتوں کے علاوہ دوسری تمام ملتوں کے پاس ایسا کوئی عالی اور مقدس نظام حیات اور نظام حکومت نہیں ہے کہ جس کی طرف قدم بڑھائیں۔

یہی وجہ ہے کہ نیشنلزم ان کی قبر بنتا جا رہا ہے،نیشنلزم نے بشریت کو کیا دیا ہے؟ ممکن ہے کہ نیشنلزم ایک مختصر سے عرصے کے لئے اطمینان ،سکون اور جوش وغیرہ فراہم کر دے لیکن اس کا نتیجہ نہایت بدتر ہے اور وہ ہے بشریت کا خاتمہ۔خود ہمارے علاقے میں یہ کوشش کی گئی کہ اس علاقے کے مسلمانوں کو نیشنلزم کی بنیاد پر ایرانی، ترکی،عربی وغیرہ میں تقسیم کر دیا جائے اور نہ فقط بین الاقوامی پیمانے پر بلکہ قومی پیمانے پر بھی یہ کوشش کی گئی، یہ ہے استعماری سازش۔

بحمداللہ اسلامی انقلاب نے کسی حد تک اس خطے کے ان مسائل کا سد باب کیا ہے

کیونکہ ایک مناسب اور صحیح نظام حکومت اور نظام حیات ہی ملت کو اس طرح کے مسائل سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ دوسرے ادیان و مذاہب اتفاقاً ایسا کوئی نظام حیات وحکومت نہیں رکھتے جو معاشرے کو ایک صحیح سمت میں لے جاسکے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اس طرح کے نظام حیات کے حامل ہیں۔

ہمارا یعنی مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ہم نظام اسلامی اور افکار اسلامی کی طرف ایک بار پھر پلٹیں تا کہ دنیا میں اپنا ایک مقام اور تشخیص قائم کرسکیں۔ ایک ارب کی آبادی کم نہیں ہوتی ہے۔ یہی آج کے موجودہ مسائل کا حل ہے اور یہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا بھی ہدف تھا اور اگر ایسا ہو گیا تو خلیج فارس میں موجودہ ہماری ان مخالف طاقتوں کو منہ چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی۔

اسلام محور اصلی

محور اسلام ہے۔ ہمارا فریضہ ہے کہ فقط اسلام کی خاطر قدم اٹھائیں اور اسلام کے نام پر آگے بڑھیں۔ آج جمہوری اسلامی، اسلام کا بنیادی مرکز ہے۔ آج سارے عالم اسلام کی نگاہیں جمہوری اسلامی کی طرف لگی ہوئی ہیں جبکہ دوسری جانب نیشنلزم میں کشش تو در کنار لوگ اس سے فرار اختیار کررہے ہیں لیکن جمہوری اسلامی ہر شخص کو اپنی طرف جذب کررہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ ایمان، اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ ہے جس میں ظلم، فساد، بد اخلاقی سے جنگ اور آزادی و عدل و انصاف کی حمایت شامل ہے۔ اسی بنا پر اقوام عالم جمہوری اسلامی کی طرف جذب ہو رہی ہے۔

اسلامی معاشرہ لوگوں کی عزت کا سبب ہے

اگر ہم خدا کی جانب ایک قدم بڑھائیں تو خدا بھی ہماری نصرت کرے گا۔

"وَ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ نَاصِرا"[1]

اگر ہم نے خالصتاً خدا کی راہ میں قدم اٹھایا تو خداوند عالم بھی اپنے ارادے کو ہماری ترقی وارتقاء میں قرار دے گا اور پھر ساری کائنات کے اصول وقوانین ہمارے ساتھ ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہوسکا تو ہم بھی دنیا کی دوسری اقوام کی مانند ہوکر رہ جائیں گے۔ اگر انسان خدا سے انس نہ رکھتا ہو، خدا کے لئے زندگی نہ گذارتا ہوتو کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ ایرانی ہو یا پاکستانی، مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔ یہ ضمانت ہمیں کون دے سکتا ہے کہ بالفرض اگر کوئی شخص اسلام پر اعتقاد رکھتا ہو اور کسی حد تک عبادت بھی انجام دیتا ہوتو اس کو دنیوی واخروی عزت حاصل ہوجائے گی جبکہ ہم نے دیکھا بھی کہ گذشتہ صدیوں میں عزت وافتخار اسلامی ہمارے پاس نہیں رہا۔

آج بھی ہم مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ ایسے افراد موجود ہیں جو مسلمان تو ہیں لیکن ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، کفار ان پر حاوی ہیں، امریکہ ان پر حکومت کر رہا ہے، مغربی دنیا کے نام نہاد متخصصین ان پر تجربات کر رہے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ مسلمان ہونا ہی کافی ہے تو ان سب کو باعزت و باافتخار زندگی بسر کرنی چاہیے جبکہ ایسا نہیں ہے۔

پس اس طرح کہنا چاہیے کہ انسان کو عزت وافتخار، اصل اور حقیقی اسلام سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ فقط ظاہری مسلمان ہونے سے یعنی خدا کے سامنے سراپا تسلیم ہو جانا ہی حقیقی مسلمان ہونے کے مترادف ہے۔

---

[1] الکافی (ط-الاسلامیہ)/ ج5/ 62/ باب من أسخط الخالق فی مرضاۃ المخلوق..... ص:62

"اَلْاِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيمُ" [1]

اسلام یعنی سراپا تسلیم

"اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" [2]

دین یعنی خدا کے حضور سر تسلیم خم کر دینا۔

"وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ" [3]

اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی بھی دین اختیار کرے گا تو اس کا دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

الغرض معاشرہ کے ہر فرد کے لئے خواہ عوام الناس میں سے ہو یا خواص میں سے، لازم ہے کہ بارگاہ خداوندی میں سراپا تسلیم ہو مخصوصاً معاشرہ کے ذمہ دار افراد۔

آئندہ زمانہ اسلام کا زمانہ ہے

ہماری خوش قسمتی ہے کہ آج عالم اسلام میں بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی ہے اور مسلمان اسلام کی حاکمیت کو قبول کر رہے ہیں۔ مشرق سے مغرب تک چاروں جانب مسلمانان عالم اسلام کی طرف جذب ہو رہے ہیں۔

شیطانی اور استکباری حکومتیں کب تک بعض اسلامی ممالک کے جوانوں کو عبادت حج سے روک سکیں گی؟ کب تک مسلمانوں کو سفر مکہ و مدینہ سے باز رکھ سکیں گی؟ آج اسلام شمالی افریقہ اور بعض دوسرے اسلامی ممالک کے سیاسی حالات میں تبدیلی کا باعث بن رہا ہے۔ کیا

---

[1] الکافی (ط-الاسلامیۃ) / ج2 / 45 / باب نسبۃ الاسلام..... ص:45

[2] آل عمران:۱۹

[3] آل عمران:۸۵

ممکن ہے کہ ان ممالک کے مسلمانوں کو بھی حج جیسی عظیم عبادت سے روکا جا سکے گا؟ ہم حج اور زیارت حرمین شریفین کو اپنا مسلّم حق سمجھتے ہیں اور اپنی تمام تر قدرت و طاقت کے ساتھ اپنے اس حق کا آل سعود سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جنھوں نے ہمارے اس مذہبی حق پر تصرف کر رکھا ہے۔ انشاءاللہ...ہم ایک دن آل سعود سے اپنا یہ حق چھین کر رہیں گے۔

موجودہ کفر یعنی استکبار کو سمجھ لینا چاہیے کہ آئندہ زمانہ اسلام کا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی بھی طاقت اسلام کی بڑھتی ہوئی قدرت اور عالم اسلام میں مسلمانوں کی مخالفت کرنے کی جرأت نہ کر سکے گی۔

اسلام مسلمانوں کی خودشناسی کا سبب ہے

ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اسلام مخالف طاقتیں اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت اور مسلمانوں کی روز افزوں بیداری سے متعلق باقاعدہ آگاہ ہوگئی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے دیکھ لیا ہے کہ اسلام اخلاقی اقدار سے ماوراء ایک نظام حیات پیش کرسکتا ہے یعنی اسلام فقط اخلاقیات پر مبنی مذہب نہیں ہے۔

دشمنان اسلام نے دیکھ لیا کہ اسلام ہی تھا جس کی بنا پر ایران میں اسلامی انقلاب رونما ہوا، اسلام کی بنیاد پر ہی ایک نظام حکومت کی بنا رکھی گئی، اس دین کی بنا پر ایک ملت آگاہ اور بیدار ہوئی یعنی وہ اسلامی قوت ہی تھی جس نے اس ملت کو ذلت اور غلامی سے نکال کر آزادی اور خود اعتمادی بخشی اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ سارے دنیاوی وسائل وہتھیار ان مسلمانوں کے آگے ہیچ ہوکر رہ گئے۔

ہمارا سب کچھ اسلام کی برکت سے ہے

ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اسلام کی برکت سے ہے۔ ایران کا اسلامی انقلاب اسی اسلام کی برکت سے رونما ہوا۔ اگر ہمارے پاس ایمان و اسلام نہ ہوتا تو قطعاً ممکن نہیں تھا کہ ظاہری اعتبار سے قوی اور قدرتمند شاہی حکومت کے مقابلے میں ہماری ملت استقامت کر پاتی۔

انقلاب کے بعد، عوام کا ثبات قدم، جمہوری اسلامی کی عمیق ہوتی ہوئی جڑیں، مختلف جہات سے ترقی و ارتقاء، ایران عراق کی جنگ میں ایران کی استقامت، سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں ہماری فتح و کامیابیاں یہ سب کچھ اسی لئے ہوا کہ ہم راہ حق کے مسافر ہیں۔ یہ سب کچھ اسلام اور اعتقادات اسلامی کا مرہون منت ہے۔ لہٰذا ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اپنی اس بیش بہا معنوی قدرت کی حفاظت کریں۔ ہماری روزمرہ زندگی میں، قول و فعل میں، معاشرہ میں، حکومتی پیمانے پر اس قدرت کا اظہار ہونا چاہیے۔ ہماری تمام تر توجہ دین پر ہونی چاہیے۔ ہمارے ذاتیات، ہمارے جذبات و خواہشات کسی بھی صورت میں دین پر حاوی نہیں ہونے چاہئیں۔ ہماری روزمرہ زندگی، حکومت، معاشرے کے فیصلے اور اہداف کا معیار دین اسلام ہونا چاہیے۔ اگر ہم نے مذکورہ روش اختیار کر لی اور باقی رکھ لی تب ہی ہم ترقی کر سکتے ہیں۔

البتہ یہ بھی قابل غور ہے کہ یہاں اسلام سے مراد اسلام محمدی ہے نہ امریکی اسلام یعنی وہ اسلام جو مظلوم اور ستم رسیدہ عوام کی حمایت کرتا ہے نہ کہ قدرتمند اور اغنیاء افراد کا کھلونا۔ دنیا میں ایسے افراد بھی ہیں جو مسلمان ہونے کا دعوی تو کرتے ہیں لیکن ان کا اسلام، اسلام محمدی نہیں بلکہ ابوجہل و ابولہب کا اسلام ہے، امریکی اسلام ہے۔ ایسے افراد کا اسلام سے فقط اتنا ہی سروکار ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی کو کامیاب بنا سکیں، اسلام سے سوئ استفادہ کر سکیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایسا اسلام ہے جس سے فقط سرمایہ دار اور صاحب ثروت افراد ہی کا فائدہ ہوتا ہے۔ ہم اس اسلام

کو کسی بھی قیمت اور کسی بھی صورت میں قبول نہیں کرتے ہیں۔

الغرض ہمارے پاس جو کچھ ہے اسلام کی وجہ اور اسلام کی برکت سے ہے یعنی خدا پر توکل و ایمان کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا قرب خدا اور ارتباط خدا کو کسی بھی حال میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام مسلمان قوموں کی راہ نجات ہے

اگر اقوام اسلامی کی ترقی و عروج کے راز کی جستجو کی جائے تو تمام تر تاریخی مطالعات کے بعد خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی و عروج فقط اور فقط اسلام پر منحصر ہے۔ دنیا کے کسی خطے کے مسلمان استکباری طاقتوں کے ذریعہ پیدا کی گئی مشکلات اور مسائل کا سامنا اس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک راہ اسلام کو نہ اپنا لیں۔ جمہوری اسلامی نے ایسا ہی کیا اور راہ نجات حاصل کر لی۔

اسلامی انقلاب یعنی صالح افراد کی تربیت

جمہوری اسلامی کا انقلاب اسی لئے عالم وجود میں آیا ہے کہ صالح افراد پیدا کر سکے۔ انھیں صالح افراد کی بدولت ہمارا اسلامی انقلاب آج تک باقی ہے۔ ہماری قوم صالح ہے لیکن ابھی اس سمت میں ہمیں ایک طویل راہ طے کرنی ہے۔

احکام اسلامی کی پیروی

مسلمان ملت جس قدر اسلام کی پیروی کرے گی اسی حد تک دوام اور ترقی حاصل

کر سکے گی ۔ آج ساری دنیا بلکہ ہمارے مخالفین تک کیوں ہماری خارجہ پالیسی کی تعریف کرتے ہیں؟ اسی لئے کہ ہماری خارجہ پالیسی احکام اسلامی پر مبنی ہے۔

اسلامی برکات

یہ اسلام ہی کی برکت تھی کہ ہم نے اپنے دشمن کو شکست دی ہے اور مایوس کیا ہے۔ اسلام ہی تھا جس کی بنا پر ہم نے دشمن کے مختلف النوع حیلوں کو اپنے پیروں تلے روندا ہے۔ یہ بھی اسلام ہی کی برکت تھی کہ ایران میں انقلاب آیا اور ہم نے اپنی تمام مادی و معنوی ترقی وارتقاء کا آغاز کیا جو آج بھی جاری ہے۔ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے اسلام کی وجہ سے ہے، اسلام کی برکت سے ہے، قرآن کی برکت سے ہے۔ ہمارے تمام مسائل و مشکلات کا حل بھی اسلام اور قرآن کی پیروی سے حاصل ہو جائے گا۔ عالم اسلام جس قدر اسلام سے نزدیک رہے گا اتنا ہی اس کی عزت میں اضافہ ہوگا اور مسلمان جس قدر متحد ہوں گے اتنا ہی اسلام سے استفادہ کا امکان بڑھ جائے گا۔

اسلام عالمی استکبار کا شدید مخالف ہے

امریکہ اور اس کی حلیف طاقتیں اچھی طرح سمجھ گئی ہیں کہ مذہب اور معرفت دینی کی بقا کے ساتھ ساتھ دنیا پر حکومت نہیں کی جا سکتی۔ ان استکباری قوتوں کی کامیابی اسی میں پوشیدہ ہے کہ دنیا کو دین و مذہب سے دور رکھیں، عوام کو بے دین، بے عقیدہ، بے ایمان بنا دیں، ان سے مذہبی حمیت و غیرت چھین لیں۔ امریکہ جیسے ممالک ایسا ہی معاشرہ چاہتے ہیں۔ لہٰذا جب بھی اور کہیں بھی یہ دیکھتے ہیں کہ ایمان، عمل، جہاد وغیرہ کو رائج کیا جا رہا ہے تو فوراً اس کی مخالفت شروع

کر دیتے ہیں....لہٰذا اگر عالم اسلام چاہتا ہے کہ ان استکباری طاقتوں کا مقابلہ کرے تو لازمی ہے کہ پہلے خود کو قوی کرے۔

قرب خدا اور توکل بر خدا

ایک موحد اور خدا پرست قوم کی ترقی اور دوام اس وقت تک باقی رہ سکتا ہے جب تک وہ قرب خدا اور توکل بر خدا کے قانون پر عمل پیرا رہے۔ اسی قوت نے ہمیں آگے بڑھنے کی طاقت عطا کی اور ہمیں کامیابی سے سرفراز کیا ہے۔

یہی الٰہی قوت تھی جس نے ہمیں دشمنوں پر غالب کیا، ۸ سال تک ایران، عراق جنگ میں ہمیں استقامت عطا کی، ہمارے داخلی اور خارجی مسائل کا تدارک کیا، اقتصادی، سیاسی، سماجی مشکلات سے ہمیں باہر نکالا۔ ہماری جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو نہ جانے کب کا اپنی راہ فراموش کر بیٹھتا۔ یہی الٰہی قوت تھی کہ آج جس پر ہم فخر کر رہے ہیں اور باعزت زندگی گذار رہے ہیں۔

آج اسلام کے ماسوا دوسری کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو دنیا کی موجودہ شیطانی طاقتوں کا مقابلہ کر سکے۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ایک بار پھر خورشید اسلام نے سارے عالم اسلام پر نور افشانی شروع کر دی ہے اور عالم اسلام، اسلام کے پرچم تلے ان شیطانی طاقتوں سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو رہا ہے۔ یہ ایک اُمید بخش اور فرحت افزا قدم ہے اور انشاء اللہ۔ عالم اسلام کی یہ بیداری امریکہ اور اس کی حلیف طاقتوں کو پسپا کر دے گی اور دنیا کو نجات بخشے گی۔

آج تمام اسلامی حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ اسلام محمدی سے قریب ہوں۔ اگر یہ حکومتیں واقعی اپنی عوام کی حامی ہیں تو فقط اسلامی احکام کی پیروی کے ذریعہ ہی اپنی عوام کو نجات دلا سکتی ہیں کیونکہ فقط اسلام ہی عزت، افتخار، استقلال اور قدرت عطا کر سکتا ہے۔

اسلامی انقلاب کی بنیاد الٰہی اقدار پر ہے

جس وقت ایران کا اسلامی انقلاب رونما ہوا اس وقت دنیا سے الٰہی اقدار کا خاتمہ ہو چکا تھا اور مادیت نے انسانی زندگی کو مکمل طور پر اپنے شکنجے میں قید کر لیا تھا۔ آج اگر مشاہدہ کیا جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ مادیت کی بنیادیں متزلزل ہوگئی ہیں۔ وہ انقلاب جس کی بنیاد مادیت پر رکھی گئی تھی یعنی مارکسزم اور سوشلزم آج ماضی کا حصہ بن کر رہ گیا ہے۔

انقلاب سے قبل ایسا نہیں تھا۔ اشتراکیت خود کو اس قدر قوی اور قدرتمند سمجھتی تھی کہ فقط اپنی قدرت پر ہی اکتفا نہیں کی تھی بلکہ افغانستان پر فوجی حملہ کر دیا تھا تا کہ اس طرف سے بھی اشتراکی نظام کو وسیع کیا جا سکے۔ آج حالت یہ ہے کہ اشتراکیت میوزیم کا حصہ ہے اور بس۔ لطف اندوز بات تو یہ ہے کہ جن ممالک میں اشتراکی نظام حکومت رائج تھا وہاں اس نظام کی مخالفت کی باگ دوڑ ان ہاتھوں میں تھی جو دین، معنویت، خدا، عیسائیت کے پیرو تھے۔ یہ تھی ایران کے اسلامی انقلاب کی نورافشانی۔

جس وقت اسلامی انقلاب رونما ہوا اس وقت اسلام کے بارے میں ایسا کوئی نظریہ نہیں تھا کہ اسلام ایک حیات بخش انقلاب بھی لا سکتا ہے حتی اسلامی ممالک میں بھی اگر کسی انقلاب کی بنیاد رکھی جاتی تھی تو اشتراکیت پر، انقلابی یعنی اشتراکی۔ دنیا والوں نے اپنے زعم ناقص میں اسلام کو کمزور اور ضعیف کر دیا تھا۔ ظاہری حالات یہ تھے کہ کوئی شخص مسلمان ہونے کے ناطے خود پر فخر نہیں کرتا تھا۔ آج حالات مختلف ہیں، جہاں بھی کچھ مسلمان یکجا ہو جاتے ہیں خواہ اقلیت میں ہی رہ کر، اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ یہ سب کب سے ہوا؟ اسلامی انقلاب کے بعد۔

اسلامی انقلاب کی دوسری خصوصیت یہ رہی ہے کہ ظاہری اور مادی طاقتیں، الٰہی اور معنوی اقدار کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ دنیا میں ایسے بہت کم افراد ہوں گے جو اس حقیقت

سے آگاہ نہ ہوں۔ فقط وہی افراد اس حقیقت سے نا آشنا ہیں جو دنیا میں رونما ہونے والے واقعات کا عمیق مطالعہ نہیں کرتے ہیں۔ استکباری طاقتوں کی اہم ترین کمزوری اور شکست یہی ہے کہ آج بھی ایران میں انقلاب، اسلام، اسلامی حکومت باقی ہے اور روز بروز روبہ ترقی ہے۔ ایک اسلامی حکومت کا عالم وجود میں آنا اور روز بروز ترقی کرنا دنیوی طاقتوں کی شکست کی علامت ہے کیونکہ یہ طاقتیں کسی بھی صورت میں اسلامی حکومت کے وجود کو برداشت نہیں کرسکتیں۔ دنیوی طاقتوں کی تو ہمیشہ خواہش ہی یہ ہوتی ہے کہ اسلامی اور معنوی نظام حکومت کو جس طرح ممکن ہو سکے، نیست و نابود کر دیں۔ ان شیطانی طاقتوں کی لاکھ کوششوں کے باوجود آج بھی اسلامی انقلاب اور پیام اسلام اپنے مقام پر باقی ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ ایشیا، افریقہ اور دنیا کے دوسرے ممالک اس کی واضح مثالیں ہیں یعنی دشمنان اسلام میں اسلام سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

معنویت اور نظام جمہوری اسلامی

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا جب معنویت اور روحانیت دنیا پر محیط ہوگی۔ ناممکن ہے کہ امریکہ اور اس کی مانند دوسری قدرتیں دنیا سے الٰہی اقدار کو ختم کر دیں۔ امریکہ، جمہوری اسلامی کی تمام تر مخالفت کے باوجود اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہمارا اسلامی نظام حکومت اپنی اسی آب وتاب کے ساتھ باقی رہے گا جس آب وتاب کے ساتھ موجودہ حالت میں ہے بلکہ اس کی ضوفشانیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے گا جیسا کہ آج تک ہوتا رہا ہے۔ امریکہ کی لاکھ کوششوں کے باوجود اسلامی نظام نے ہر امریکی حملے کا پوری شدت سے جواب دیا ہے۔

فصل ششم: مناجات و استغفار

استغفار

توبہ انسان کو حقارت اور ذلت سے نجات بخشتی ہے۔توبہ دلوں کو پاک کرتی ہے۔ دل یعنی جان یعنی روح یعنی حقیقت انسان ۔ دل نہایت نورانی شے ہے۔ ہر انسان نورانی ہوتا ہے حتی اگر انسان کا خدا سے رابطہ منقطع ہو جائے تب بھی اسکی ذات اور اسکے جوہر میں نور باقی رہتا ہے۔ صرف ہوتا یہ ہے کہ گناہوں اور ہوا و ہوس کی بنا پر دل غبار آلودہ ہو جاتا ہے۔توبہ اس غبار کو صاف کر کے دل کو نورانیت بخشتی ہے۔

توبہ یعنی طلب مغفرت اور گناہوں سے استغفار۔توبہ اگر اپنے حقیقی مفہوم کے ساتھ کی جائے تو انسان کے اوپر برکات الٰہی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ گناہ ہمارے اور ہمارے پروردگار کے درمیان حجاب کا کام کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے اوپر سارے الٰہی دروازے بند ہو جاتے ہیں، نہ رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے نہ ہدایت الٰہی، نہ توفیق الٰہی حاصل ہوتی ہے اور نہ فضل خدا۔توبہ اس حجاب کو ختم کرنے کا باعث ہوتی ہے اور نتیجۃً رحمت و فضل خدا کا دروازہ ہمارے اوپر کھل جاتا ہے۔ یہ ہیں توبہ کے فائدہ۔قرآن مجید میں متعدّد مقامات پر توبہ کے لئے کبھی دنیاوی اور کبھی اخروی فوائد شمار کرائے گئے ہیں۔مثلاً:

"وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ"[1]

اور اے میری قوم! اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو (اس کی طرف رجوع کرو) وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری (موجودہ) قوت میں مزید اضافہ کر دے گا اور (میری دعوت سے) جرم کرتے ہوئے منہ نہ موڑو۔

توبہ یعنی خدا کی طرف بازگشت

یہ ایک اہم ترین نعمت الٰہی ہے۔ خدا نے اپنے بندوں کے لئے باب توبہ کھول دیا ہے تا کہ اس کے بندے راہ کمال وسعادت میں پیش قدمی کرتے رہیں اور گناہ اس راہ میں مانع نہ ہو سکیں کیونکہ گناہ انسان کو اس کے اعلیٰ مقام سے پستی میں لا کھڑا کرتا ہے۔ ہر گناہ روح انسان اور معنویت انسان پر ایک ضرب کی مانند ہوتا ہے جس سے روح کی شفافیت مکدر ہو جاتی ہے۔ گناہ کے ذریعے انسان وحیوانات کے درمیان پایا جانے والا فرق ختم ہو جاتا ہے۔

معنوی جنبہ کے علاوہ گناہ انسان کی زندگی میں دوسری بہت سی رکاوٹیں بھی کھڑی کر دیتا ہے۔

نہ جانے کتنی کامیابیاں گناہوں کی انجام دہی کی وجہ سے ناکامیابیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ یہ سب صرف زبانی یا تعبدی باتیں نہیں ہیں بلکہ انہیں علمی، فلسفی اور نفسیاتی طور پر بھی ثابت کیا جا چکا ہے۔ مثال کے طور پر جنگ احد میں چند مسلمانوں کی کوتاہی اور تقصیر کی بنا پر فتح

---

[1] سورۂ ہود: ۵۲

اوّلیہ، شکست میں تبدیل ہوگئی تھی یعنی مسلمان پہلے مرحلہ میں فتح حاصل کر چکے تھے لیکن ان چند لوگوں کی بنا پر جنہیں رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑ کے دروں میں معمور کیا تھا اور انہوں نے رسول کے حکم کی خلاف ورزی کی، مسلمان مشکلات کا شکار ہو گئے تھے۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ مقررہ جگہوں سے مسلمانوں کی حفاظت کریں لیکن یہ لوگ مال غنیمت کے لالچ میں اپنی اپنی کمین گاہوں کو چھوڑ کر میدان میں آ گئے اور دشمن نے موقع غنیمت سمجھ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

سورہ آل عمران میں تقریباً دس یا بارہ آیتیں اسی شکست سے متعلق ہیں۔ چونکہ مسلمان روحانی اعتبار سے نہایت تلاطم اور کشمکش کا شکار تھے لہٰذا یہ شکست ان پر بے حد ناگوار گزری تھی۔ قرآنی آیتیں جہاں ان کے اطمینان قلبی کا باعث ہوتی تھیں وہیں ان کی ہدایت بھی کرتی جاتی تھیں ساتھ ہی انہیں یہ بھی باور کراتی جاتی تھیں کہ اس شکست کی وجہ کیا تھی۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ" [1]

بے شک جن لوگوں نے دو جماعتوں کی مڈ بھیڑ کے دن پیٹھ پھرائی (اس کا سبب یہ تھا) کہ ان کی بعض بدعملیوں کے نتیجہ میں جو وہ کر بیٹھے تھے شیطان نے ان کے قدم ڈگمگائے تھے اور بے شک اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا نہایت بردبار ہے۔

یعنی تم نے دیکھا کہ تم میں سے بعض افراد نے دشمن کو پشت دکھا دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمہیں شکست ہوگئی۔ یہ لوگ پہلے ہی سے ایسا کرنے کے لئے آمادہ ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کو

---

[1] سورۂ آل عمران: ۱۵۵

ان کاموں کی بنا پر جو یہ پہلے بھی انجام دے چکے تھے، شیطان نے با آسانی صراط مستقیم سے منحرف کر دیا یعنی انجام شدہ گناہوں نے اپنا اثر میدان جنگ میں دکھایا۔

اسی مذکورہ سورہ میں ایک دوسری آیت ایک دوسرے انداز سے اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ قرآن کریم در حقیقت کہنا یہ چاہتا ہے کہ اگر تم جنگ احد میں شکست کھا گئے تو یہ کوئی تعجب و حیرانی کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ سب زندگی کے معمولات ہیں۔

تم سے پہلے بھی ایسا ہوتا آیا ہے:

"وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوۡنَ كَثِيۡرٌ‌ۚ فَمَا وَهَنُوۡا لِمَاۤ اَصَابَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوۡا وَمَا اسۡتَكَانُوۡا‌ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ" [1]

اور بہت سے ایسے نبی (گزر چکے) ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی تو اللہ کی راہ میں ان پر جو مصیبتیں پڑیں ان پر وہ نہ پست ہمت ہوئے اور نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ (دشمن کے سامنے) سرنگوں ہوئے اور اللہ صبر و تحمل رکھنے والے (ثابت قدموں) سے محبت رکھتا ہے۔

قرآن مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم سے پہلے بھی خدا کے نبیوں کو میدان جنگ میں مشکلات و شکست کا سامنا کرنا پڑتا تھا لیکن وہ تو ہراساں و پریشاں نہیں ہوتے تھے۔

اس کے بعد فرماتا ہے:

"وَمَا كَانَ قَوۡلَهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡا رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا

---

[1] سورۂ آل عمران: ۱۴۶

فِیۡۤ اَمۡرِنَا وَ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَ انۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ"[1]

(ایسے مواقع پر) ان کا قول اس (دعا) کے سوا کچھ نہیں تھا کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ اور اپنے کام میں ہماری زیادتی معاف فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں پر فتح ونصرت عطا فرما۔

یعنی گزشتہ زمانوں میں جب اصحاب انبیاء کے حواری مشکلات ومسائل کا شکار ہوتے تھے تو پروردگار کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر کہتے تھے:

"رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَ اِسۡرَافَنَا فِیۡۤ اَمۡرِنَا"

پروردگار ہمارے گناہوں اور ہمارے ذریعے کی گئی زیادتیوں اور غفلتوں کو معاف فرما۔

یہیں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مشکلات ومسائل ہمارے ذریعے انجام دیئے گئے گناہوں ہی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اپنے پروردگار کے ذریعے نازل کی گئی اہم ترین نعمت یعنی مغفرت سے استفادہ کریں۔خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ اگر تم نے کوئی قبیح فعل انجام دیا اور اس پر بعد میں پشیمان ہوئے تو تمہارے لئے استغفار اور توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

گناہ کی مثال کسی بیماری یا علالت کی سی ہے۔

انسان بیماری سے بہت کم محفوظ رہ پاتا ہے۔گناہ بھی ایک مرض طرح کا ہے۔اگر انسان اس مرض کا علاج کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ باب توبہ واستغفار کی طرف آئے۔اگر انسان اس طرف آگیا تو خداوند وعالم اتنا غفار ہے کہ اس گنہگار انسان کو بخش دے گا۔

---

[1] سورۂ آل عمران: ۱۴۷

امام سجاد علیہ السلام خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

"أَنْتَ الَّذِی فَتَحْتَ لِعِبَادِكَ بَاباً إِلَى عَفْوِكَ"

یعنی تو ہی ہے جس نے اپنے بندوں کی طرف عفو و مغفرت کا دروازہ کھول رکھا ہے۔

"وَ سَمَّيْتَهُ التَّوْبَةَ"

جس کا نام تو نے باب توبہ رکھا ہے۔

"وَ جَعَلْتَ عَلَى ذَلِكَ الْبَابِ دَلِيلًا مِنْ وَحْيِكَ لِئَلَّا يَضِلُّوا عَنْهُ"

قرآن و وحی سے ایک راہنما بھی اس دروازے پر قرار دے رکھا ہے تا کہ تیرے بندے اس سفر میں منزل سے بھٹک نہ جائیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"فَمَا عُذْرُ مَنْ أَغْفَلَ دُخُولَ ذَلِكَ الْمَنْزِلِ بَعْدَ فَتْحِ الْبَابِ وَ إِقَامَةِ الدَّلِيلِ" [1]

یعنی اب اس کے بعد انسان کے لئے کیا دلیل بچتی ہے کہ اس باب توبہ اور مغفرت الٰہی سے فیض یاب نہ ہو۔ راہ مغفرت الٰہی یعنی استغفار۔

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث منقول ہے کہ آپؐ فرماتے ہیں:

"إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَغْفِرُ لِلْمُذْنِبِينَ إِلَّا مَنْ لَا يُرِيدُ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ"

یعنی خداوند عالم گناہگاروں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے مگر ان گناہگاروں کے علاوہ جن کو خدا بخشنا نہیں چاہتا۔ اصحاب نے سوال کیا:

"يَا رَسُولَ اللهِ مَنِ الَّذِي يُرِيدُ أَنْ لَا يُغْفَرَ لَهُ"

---

[1] صحیفہ سجادیہ کی پینتالیسویں دعا

یارسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کون ہے جس کو خدا بخشنا نہیں چاہتا؟

"قَالَ مَنۡ لَا یَسۡتَغۡفِرُ" [1]

یعنی وہ جو استغفار نہیں کرتا۔

پس استغفار باب توبہ و مغفرت کی چابی ہے۔ استغفار کے ذریعے ہی مغفرت الٰہی کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

غفلت استغفار کی راہ میں پہلی رکاوٹ ہے

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس نعمت الٰہی یعنی استغفار تک دسترسی حاصل کریں تو ضروری ہے کہ دو صفتوں کو خود سے دور کریں۔ پہلی غفلت و بے توجہی اور دوسری غرور و تکبر۔ غفلت یعنی یہ کہ انسان اصلاً متوجہ ہی نہ ہو کہ اس سے گناہ سرزد ہو رہا ہے۔ ایسے بہت سے افراد پائے جاتے ہیں جو گناہ پر گناہ انجام دیتے جاتے ہیں اور انھیں اپنے اس قبیح فعل کا احساس تک نہیں ہوتا۔ دروغ، غیبت، الزام تراشی وغیرہ اسی طرح کے گناہ ہیں۔ بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر انھیں متوجہ بھی کیا جائے تو تمسخرانہ انداز میں قہقہہ بھی لگاتے ہیں۔ گناہ؟ گناہ یعنی کیا؟

ایسے افراد اصلاً ثواب و عذاب کے ذرہ برابر بھی معتقد نہیں ہوتے۔ بعض دوسرے ثواب و عذاب کے معتقد تو ہوتے ہیں لیکن مکمل طور پر غفلت اور بے توجہی کے اس قدر شکار ہوتے ہیں کہ اپنی ذات سے صادر شدہ فعل کا احساس بھی نہیں کر پاتے۔ اگر ہم اپنی روزمرہ زندگی میں ذرا سا جھانکنے کی کوشش کریں تو با آسانی واضح ہو جائے گا کہ ہماری زندگی بھی کم و بیش ایسے ہی حالات سے دوچار ہوتی ہے۔ غفلت ایک بہت خطرناک شئے ہے۔ شاید انسان کے

---

[1] مستدرك الوسائل و مستنبط المسائل / ج12 / 122 / 85 - باب وجوب الاستغفار من الذنب و المبادرة به قبل سبع ساعات..... ص: 119

لئے غفلت سے بڑا دشمن اور خطرناک شئے کوئی نہ ہو۔ غافل انسان کسی بھی قیمت پر استغفار نہیں کرتا ہے اس کی ساری زندگی گناہوں میں بسر ہو جاتی ہے اور اس کو احساس تک نہیں ہو پاتا فقط خواب غفلت کا شکار ہو کر رہ جاتا اور بس۔

قرآن کریم نے غفلت کے مد مقابل تقویٰ کو پیش کیا ہے۔ تقویٰ یعنی ہمیشہ اور ہر حال میں متوجہ رہنا۔ غافل شخص سینکڑوں گناہ کرنے کے بعد بھی اپنے گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہو پاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں متقی و پرہیز گار شخص ہے جہاں چھوٹا سا گناہ اس سے سرزد ہوا فوراً اپنے گناہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور جلد از جلد اس کی تلافی کی فکر میں مشغول ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا"

اگر شیطان متقی افراد کے پاس سے گزر بھی جاتا ہے تو یہ لوگ فوراً متوجہ ہو جاتے ہیں۔

"فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ" [1]

ایسے ہی لوگ بابصیرت ہوتے ہیں۔

غرور و تکبر راہ استغفار میں دوسری رکاوٹ ہے

انسان جہاں ذرا سا کوئی چھوٹا سا کام انجام دے لیتا ہے فوراً مغرور ہو جاتا ہے۔ صحیفہ سجادیہ کی چھیالیسویں دعا میں ایک جملہ ہے:

"وَ الشَّقَاءُ الْأَشْقَى لِمَنِ اغْتَرَّ بِكَ" [2]

---

[1] سورۂ اعراف: ۲۰۱

[2] الصحیفۃ السجادیۃ/208/(46) (وکان من دعائہ علیہ السلام فی یوم الفطر

یعنی شقی ترین شخص وہ ہے جو تیرے سامنے غرور وتکبر سے پیش آئے۔

بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جہاں کوئی کارخیر انجام دیا فوراً یہ تصور کر لیتے ہیں کہ ہم نے خدا سے اپنا حساب بے باق کر دیا۔اب ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ جملہ زبان تک نہ آئے لیکن دل میں تو بارہا آتا ہے اور یہی غرور ہے۔

خدا نے اگر ہمارے لیے باب توبہ فراہم کر دیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گناہوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔کبھی کبھی یہی گناہ انسان کے وجود حقیقی کو بھی ضائع کر دیتے ہیں اور اس کو حیات انسانی کے عالی مراتب سے ایک پست ترین حیوان میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

ضروری نہیں ہے کہ انسان ایک مدت تک گناہوں میں غرق رہے تب ہی گناہوں کا احساس کرسکتا ہے بلکہ گناہ، گناہ ہے خواہ ایک گناہ ہو یا گناہوں کا انبار۔

گناہ کو قطعاً حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

روایت میں "استحقار الذنوب" کے عنوان سے ایک باب ہے جس کے تحت گناہوں کو حقیر فرض کرنے کی شدید مذمت کی گئی ہے۔خدا کے مغفرت کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ گناہوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے لہذا وہ معاف کرے گا بلکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ انسان اس کے ذریعے خدا تک واپس آسکتا ہے اور خدا تک برگشت نہایت اہم ہے کہ روایات میں جس کے لئے نہایت تاکید کی گئی ہے۔

بہرحال حقیقتاً وہی استغفار قابل ستائش ہے جو حقیقی اور دل کی گہرائیوں سے ہو۔زبان سے توبہ اور استغفار کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔استغفار کی شرط یہ ہے کہ انسان اپنے گناہ پر شرمندہ ہو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا قوی ارادہ رکھتا ہو۔

روایت میں وارد ہوا ہے:

"مَنِ اسْتَغْفَرَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَنْدَمْ بِقَلْبِهِ فَقَدِ اسْتَهَزَأَ بِنَفْسِهِ"

یعنی جو شخص زبان سے اسغفار کرے اور دل سے شرمندہ اور نادم نہ ہوا ایسا شخص درحقیقت اپنے نفس کی تضحیک کرتا ہے۔

یہ استغفار نہیں ہے۔ استغفار سے مراد یہ ہے کہ انسان واقعی خداوند عالم کی طرف برگشت کرے اور اس کی بارگاہ میں دعا کرے کہ وہ اس کے گناہوں کو بخش دے۔

دعا ایمان کو قوی اور الٰہی وعدوں کو پورا کرتی ہے

دعا انسان کو خدا سے نزدیک کرتی ہے۔ معارف دینی کو انسان کے دل میں اثر انداز اور قائم رکھتی ہے۔ دعا ایمان کو قوی کرتی ہے یعنی دعا کئی زاویوں سے برکتوں اور رحمتوں کی حامل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بارہا دعا اور بندگان صالح کے ذریعے کی گئی دعاؤں سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔ انبیائے الٰہی مسائل و مشکلات کے وقت خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے تھے۔ خدا سے مدد کی التماس کرتے تھے۔

"فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ" [۱]

آخر کار اس (نوحؑ) نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ میں مغلوب ہوں۔ لہٰذا تو (ان سے) بدلہ لے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی قرآن فرماتا ہے:

"فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُجْرِمُونَ" [۲]

---

[۱] سورۂ قمر: ۱۰

[۲] سورۂ دخان: ۲۲

پس اس (رسول) نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی کہ یہ بڑے مجرم لوگ ہیں۔

قرآن کریم میں خداوند عالم نے متعدد آیتوں میں دعاؤں کی قبولیت اور استجابت کا وعدہ فرمایا ہے مثلاً:

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ"

یعنی تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعاؤں کو مستجاب کروں گا۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا" [1]

یعنی اگرچہ خدا عالم ہے اور ہماری حاجتوں سے آگاہ بھی ہے مگر اس کے باوجود تم خدا سے طلب کرو۔

امام سجاد علیہ السلام اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

"وَ لَيْسَ مِنْ صِفَاتك يَا سَيِّدِي أَنْ تَأْمُرَ بِالسُّؤَالِ وَ تَمْنَعَ الْعَطِيَّة" [2]

پروردگار تیری یہ صفت نہیں ہے کہ اپنے بندوں کو طلب کرنے کا حکم دے اور ان کے طلب کرنے پر انہیں عطا نہ کرے یعنی خدا کے کرم اور اس کی قدرت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ کہتا ہے کہ مجھ سے طلب کرو تو درحقیقت اس نے ارادہ کرلیا ہے کہ استجابت بھی کرے۔

"وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا

---

[1] سورۂ نساء: ۳۲

[2] دعائے ابوحمزہ ثمالی

دَعَانِ"۔

یعنی جب بھی میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو اے پیغمبر آپ کہہ دیجئے کہ میں ان کے قریب ہی ہوں ان کی دعاؤں کو سنتا اور استجاب کرتا ہوں۔

اگر کوئی شخص خدا سے کچھ طلب کرتا ہے تو فوراً اس کو حاصل ہوجاتا ہے:

"لِكُلِّ مَسْأَلَةٍ مِنْكَ سَمْعٌ حَاضِرٌ وَ جَوَابٌ عَتِيدٌ" [1]

یہ خدا کا قطعی اور سچا وعدہ ہے یعنی خدا ہر طلب و دعا کا جواب دیتا ہے۔

لیکن اس وعدے کے ساتھ کچھ شرائط بھی ہیں جن میں سے ایک عمل صالح ہے:

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا"۔ [2]

قرآن مجید میں خدا نے اپنے بندوں سے جا بجا وعدے فرمائے ہیں۔ مثلاً:

"اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا" [3]

یعنی جو شخص کار خیر انجام دیتا ہے خدا اس کی جزا اور اجر کو ضائع نہیں کرتا ہے۔

ایک جگہ فرماتا ہے:

"مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ" [4]

جو کوئی دنیا کا خواہشمند ہو تو ہم جسے جتنا دینا چاہتے ہیں اسی (دنیا) میں جلدی دے دیتے ہیں۔

یعنی اگر کوئی انسان دنیا کو اپنا ہدف بنالے تو ہم اس کے ہدف تک رسائی میں اس کی

---

[1] مصباح المتهجد وسلاح المتعبد/ ج2/801/أول يوم من رجب..... ص: 801

[2] سورۂ جاثیہ:۱۵

[3] سورۂ کہف:۳۰

[4] سورۂ اسراء:۱۸

مدد کرتے ہیں لیکن کب؟ جب وہ کوشش کرے، جستجو کرے اقدام کرے اور آگے بڑھے۔

اس کے بعد فرماتا ہے:

"وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾"

اور جو کوئی آخرت کا طلبگار ہوتا ہے اور اس کے لئے ایسی کوشش بھی کرے جیسی کہ کرنی چاہئے درآنحالیکہ وہ مومن بھی ہو تو یہ وہ ہیں جن کی کوشش مشکور ہوگی۔ ہم ہرایک کی امداد کرتے ہیں اِن کی بھی اور اُن کی بھی آپ کے پروردگار کی عطاو بخشش سے اور آپ کے پروردگار کی عطا کسی پر بند نہیں ہے۔

ایک آیت میں دنیا کا تذکرہ ہے اور دوسری میں آخرت کا اور دونوں میں شرط یہ ہے کہ سعی و کوشش کی جائے۔ اگر انسان سعی و کوشش کرے تو خداوند عالم یقیناً اسے اس کے مقصد تک پہنچاتا ہے۔ یہ سنت الٰہی ہے۔ خدا کسی کی بھی زحمتوں اور کوششوں کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔

خداوند عالم ایک دوسری آیت میں یوں وعدہ فرماتا ہے:

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ"۔ [1]

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں اسی طرح جانشین بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنایا تھا۔

کوئی بھی قوم اگر عمل صالح انجام دے تو خدا اس قوم کو زمین پر خلیفہ بنادے گا ساری

---

[1] سورۂ نور: ۵۵

زمین کی قدرت اس قوم کے ہاتھ میں ہوگی۔لیکن شرط یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی ہو ورنہ فقط ایمان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔فقط ایمان سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

ایک دیگر آیت کریمہ میں خداوند عالم وعدہ فرما رہا ہے:

"وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط" [1]

یعنی اگر کوئی راہ خدا میں قدم اٹھائے تو خدا یقیناً اس کی راہنمائی کرے گا۔

البتہ ضروری نہیں ہے کہ دعا ہمیشہ معجزاتی طور پر قوانین الٰہی کو توڑتی ہوئی مستجاب ہو بلکہ دعا کا خاصہ ہے کہ دعا قوانین طبیعی کے دائرے میں قبول ہوتی ہے۔وعدہ خدا حق ہے لیکن یہ وعدہ بھی حق ہے کہ اگر انسان اپنے ہدف تک رسائی کے لئے عملی اقدام نہ کرے اور فقط بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا رہے تو دعا قبول نہیں ہوگی۔ہوسکتا ہے کسی اور وجہ سے مستجاب ہوجائے لیکن استجابت کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔قوانین طبیعی کے خلاف دعا کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی ہے۔

دل کی گہرائیوں اور پوری توجہ کے ساتھ کی جائے

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دعا قوانین طبیعی کی مخالفت کے باوجود بھی قبول ہو جاتی ہے لیکن ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے۔جب دعا دل کی گہرائیوں اور پوری توجہ کے ساتھ کی جائے اور اگر ایسی دعا میں عملی اقدام بھی شامل ہوجائے تو دعا کی استجابت کے امکانات نہایت روشن ہو جاتے ہیں۔

ساتھ ہی اگر قدرت خدا سے مایوس نہ ہوتے ہوئے مستقل دعا کی جاتی رہے تو بھی قبولیت دعا قوی ہوجاتی ہے۔لہٰذا اگر بار بار دعا کرنے پر بھی کوئی حاجت پوری نہ ہو تو مایوس نہیں ہونا چاہیے مخصوصاً ملک وقوم سے متعلق مسائل میں۔

---

[1] سورۂ عنکبوت:۶۹

جس وقت فرعون کی ظالمانہ اور استکباری حکومت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام متولد ہوئے تو آپ کی والدہ گرامی نہایت شش و پنج میں مبتلا تھیں کیونکہ یہ واضح اور مسلم تھا کہ اس ملک میں پیدا ہونے والا ہر لڑکا قتل کر دیا جائے گا۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جگہ کوئی لڑکی پیدا ہوئی ہوتی تو آپ کی والدہ قطعاً پریشان نہ ہوتیں۔

بہر حال ایک طرف ماں کی محبت اور دوسری طرف فرعون کا حکم۔ اسی درمیان خدا کی جانب سے مادر موسیٰ پر وحی ہوئی:

"وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِيْهِ" [١]

یعنی ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی کہ موسیٰ کو دودھ پلائیں۔

"فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ" [٢]

پس اگر خطرہ محسوس کرو تو صندوق میں رکھ کر دریا کے حوالے کر دو۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور ہر بار ایک نئی ظرافت اور لطافت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

الغرض مادر موسیٰ نے خطرے کا احساس کرتے ہی بچے کو دریائے نیل کے حوالے کر دیا۔ عجیب و غریب کیفیت ہے کہ ایک ماں اپنے نومولود بچے کو دریا کے حوالے کر دے لیکن خدا نے مادر موسیٰ سے اس طرح فرمایا:

"اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ" [٣]

بلاشبہ ہم اسے تیری طرف واپس لوٹا دیں گے اور اسے رسولوں میں سے بنائیں

---

[١] سورۂ قصص: ۷

[٢] سورۂ قصص: ۷

[٣] سورۂ قصص: ۷

گے۔

اس آیہ کریمہ میں خدا نے مادر موسیٰ سے دو وعدے فرمائے۔ پہلا یہ کہ اس بچے کو واپس کردیں گے اور دوسرا یہ کہ اس بچے کو مرسلین میں سے قرار دیں گے۔ جب بچے کو دریا میں بہا دیا گیا تو خواہر موسیٰ سے کہا:

"وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ" [1]

جاؤ دیکھو کیا ہو رہا ہے!

جیسے ہی صندوق فرعون کے محل کے نزدیک سے گزرا:

"فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ" [2]

فرعون کے خانوادے نے صندوق باہر نکال لیا۔

اُدھر خدا نے خانوادہ فرعون کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس بچے کی پرورش کرے۔فرعون کی زوجہ آسیہ نے کہا کہ کیا اچھا ہوگا اگر ہم اس بچے کی پرورش کرلیں:

"قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ" [3]

یہ (بچہ) تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ"۔ [4]

اور ہم نے اس (بچہ) پر دائیوں کو پہلے سے حرام کردیا تھا۔

بچے نے دودھ پینے سے انکار کردیا لاکھ کوشش کی گئی مگر جناب موسیٰ علیہ السلام نے دودھ نہیں پیا۔اس درمیان خواہر موسیٰ آگے بڑھیں اور کہا:

---

[1] سورۂ قصص:۱۱
[2] سورۂ قصص:۸
[3] سورۂ قصص:۹
[4] سورۂ قصص:۱۲

"هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ"

آیا میں ایسے گھرانے کی نشاندہی کروں جو تمہارے لئے اس بچے کی پرورش کردے۔

اگر خداوند عالم ارادہ کرلے تو اس طرح حالات وکوائف کو کسی کے بھی حق میں ڈھال دیتا ہے۔ خواہر موسیٰ کو اس بات پر مامور کردیا کہ وہ اپنے اندر شجاعت پیدا کریں اور فرعون کے محل تک آجائیں اور فرعون کے سامنے اس طرح کی تجویز رکھیں۔ فرعون نے مثبت جواب دے دیا۔ خواہر موسیٰ گئیں اور مادر موسیٰ کو اپنے ساتھ لے آئیں۔ جیسے ہی موسیٰ نے اپنی ماں کی خوشبو محسوس کی فوراً دودھ پینا شروع کردیا۔

یہ ہے قدرت خدا! فرعون اور فرعونیوں کے وہم وگمان میں قطعاً ایسی کوئی بات پیدا نہیں ہوئی کہ یہی موسیٰ علیہ السلام کی حقیقی ماں ہوسکتی ہے۔ خدا اس طرح اپنا وعدہ پورا کرتا ہے: "فرددناہ الی امہ" ہم نے اس بچہ کو اس کی ماں کی طرف پلٹا دیا۔

"كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ" [1]

تاکہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک انہیں حاصل ہوجائے اور وہ غمزدہ نہ ہوں۔

"وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ" [2]

ساتھ ہی یہ بھی جان لیں کہ خدا کا وعدہ حق رہتا ہے۔ یہ وہ وعدہ ہے جس کو خود مادر موسیٰ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا لیکن دوسرا وعدہ:

"وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ" [3]

---

[1] سورۂ طٰہٰ: ۴۰
[2] سورۂ قصص: ۱۳
[3] سورۂ قصص: ۷

یہ وہ وعدہ تھا جو مادر موسیٰ سے بعثت موسیٰ کے متعلق کیا گیا تھا جو برسوں کے بعد محقق ہونے والا تھا۔اس وعدہ کے تحت جناب موسیٰ بطور رسول مبعوث ہونے والے اور بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و جور سے نجات دلانے والے تھے۔تاریخی مسلمات کی رو سے یہ وعدہ بھی تقریباً چالیس سال کے بعد پورا ہوا اور جناب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو راہ نجات کی طرف ہدایت فرمائی۔

خدا اپنے وعدے اس طرح پائے تکمیل تک پہنچاتا ہے۔خداوند عالم مسلمانوں کو فاتح و ظفر یاب دیکھنا چاہتا ہے لیکن کب؟ اسی وقت جب مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوں۔اٹھیں اور اس سلسلہ میں سعی و کوشش کریں۔وعدہ الٰہی یہ ہے کہ اگر کوئی قوم راہ خدا میں جہاد کرے اور با ایمان بھی ہو تو یقیناً فتح یاب ہوگی۔

"وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" [1]

اور (سچے) اہلِ ایمان کا حال یہ تھا کہ جب انہوں نے لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ ہے وہ (لشکر) جس کا خدا اور رسول نے وعدہ کیا تھا اور خدا اور رسول نے سچ فرمایا تھا۔

جس وقت جنگ احزاب میں قریش، سقیف، یہودیوں اور دوسرے مختلف گروہوں نے ایک ساتھ مدینے کا محاصرہ کرلیا اور مسلمانوں پر حملہ کردیا تھا اس وقت خود مسلمان دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ایک گروہ مومنین پر مشتمل تھا اور دوسرا غیر مومنین پر۔غیر مومنین کہہ رہے تھے:

"مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا" [2]

یعنی ہم فریب کھا گئے ہیں۔اسلام ہمارے امن و امان اور عزت کی حفاظت

---

[1] سورۂ احزاب: ۲۲

[2] سورۂ قصص: ۱۲

نہیں کر سکا۔

دوسری طرف مومنین کا گروہ تھا جو یہ کہہ رہا تھا:

"هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ"

یعنی یہ وہی وعدہ ہے جو خود خدا اور اس کے رسول نے ہم سے کیا تھا۔

وعدہ خدا اور سول اس واقع طرح ہوتا ہے:

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ" [1]

جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس تم شیطان کے حوالی، موالی (حامیوں) سے جنگ کرو۔

وہ لوگ جو مومن ہوتے ہیں راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان نہیں رکھتے راہ طاغوت میں جہاد کرتے ہیں۔ اگر مسلمان میدان جنگ میں ڈٹا رہے اور خدا کی قدرت سے مایوس نہ ہو تو یقیناً فتح اسی کی ہوگی لیکن اگر مایوس اور پسپا ہو گیا تو وعدہ خدا بھی بہر حال پورا نہیں ہوگا۔ پس اگر دشمن حملہ کر دے تو تعجب کا مقام نہیں ہے بلکہ یہ تو وعدہ الٰہی ہے جو پورا ہو رہا ہے:

"هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا"۔ [2]

یہ ہے وہ (لشکر) جس کا خدا اور رسول نے وعدہ کیا تھا اور خدا اور رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس (بات) نے ان کے ایمان اور (جذبۂ) تسلیم میں مزید اضافہ کر دیا۔

---

[1] سورۂ نساء: ۵۶

[2] سورۂ احزاب: ۲۲

دوسرا حصہ

رہبر معظم سید علی خامنہ ای کی چند تقاریر

۹ جنوری ۲۰۱۰ کا تاریخ ساز خطاب

اسلامی انقلاب سے قبل ۹ ؍جنوری ۱۹۷۸ء کا تاریخی واقعہ ایک بے مثال واقعہ ہے اور اپنے مختلف ابعاد و جہات سے قابل غور ہے۔ اِس واقعے میں بصیرت بھی نظر آتی ہے اور حالات واقعات کا صحیح طور پر تجزیہ اور اُن کی شناخت بھی، اِس میں دشمن شناسی بھی موجود ہے اور جہاد و شجاعت اور ایثار و فداکاری بھی موجزن ہے۔ آج سے بتّیس سال قبل رونما ہونے والا یہ واقعہ دوسری جہت سے ہماری قوم میں ایک بڑی اور انقلابی تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوا، اِن تمام جہات سے یہ واقعہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ یہ واقعہ درس و بصیرت دیتا ہے، راہ دکھاتا ہے، سال کے تمام دنوں میں اپنے تشخص کو واضح کرتا ہے اور درحقیقت یہ ایک ایسا پرچم ہدایت ہے جو راہ کو دوسروں کیلئے واضح کرتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے عاشور کو تاریخی دن بنایا

اگر صرف ایک دن کے حوالے سے دیکھا جائے تو فی نفسہ عاشور کا دن دوسرے ایام سے کسی فرق کا حامل نہیں ہے۔ یہ حسین ابن علی علیہما السلام ہیں جو اِس دن کو اہمیت، حقیقی معنیٰ اور جان عطا کرتے ہیں اور اُسے عرش تک اوج و بلندی بخشتے ہیں۔ یہ امام حسین ۔ کے اصحاب کا جہاد ہے جو اِس دن کو اہم بناتا اور اُسے اہمیت عطا کرتا ہے۔ ۹؍جنوری ۱۹۷۸ء کا دن بھی ایسا ہی ہے، اِسی

طرح ۳۰/دسمبر (۲۰۰۹ء) کا تاریخی دن اور اُس کے عظیم الشان مظاہرے بھی اِسی خصوصیت کے حامل ہیں۔

خدا کا دستِ قدرت ہمارے انقلاب کے ساتھ ہے!!

۹/اور ۱۰/جنوری میں کوئی فرق نہیں ہے جو چیز اُسے تاریخی کردار ادا کرتی ہے وہ عوام، اُن کی دشمن شناسی اور بصیرت و آ گاہی ہے اور حالات کو سمجھ کر اپنی ذمہ داری کو ادا کرنا اور اُس کی راہ میں جہاد و کوشش کرنا ہے۔ اِسی طرح ۳۰/دسمبر کا دن بھی ۲۰۰۹ء میں ایک ممتاز اور تاریخی دن تھا بلکہ ایک لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ملک کے موجودہ حالات میں جب سیاسی گرد و غبار سے فضا آلودہ تھی تو ایسے وقت میں عوام کی خود جوش کھانے والی اُن کی اِس تحریک کی اہمیت دو برابر تھی اور یہ ایک بہت عظیم کام تھا۔ انسان جب بھی اِن واقعات کے گوشہ و کناروں اور ابعاد و جہات کو دیکھتا اور اُن پر غور و فکر کرتا ہے تو وہ اِس میں خداوند متعال کے دستِ قدرت، دستِ ولایت اور روح حسین ابن علی علیہ السلام کو دیکھتا ہے۔ یہ ایسا کوئی کام نہیں تھا جو ہم جیسے انسانوں سے انجام پائے، یہ خدا کا کام ہے اور اُسی کا دستِ قدرت تھا۔ جیسا کہ امام خمینیؒ نے بہت سے حساس موقعوں پر یہ فرمایا تھا:

> ”میں نے (اپنی تحریک کی ابتدا سے لے کر اپنی حیات کے آخری ایام تک کی) اِس مدت میں (ملک میں) رونما ہونے والے واقعات کے پیچھے دستِ قدرتِ الٰہی کو دیکھا ہے!“

حالات و واقعات کے تجزیے و تحلیل کیلئے بصیرت و آ گاہی کی ضرورت ہے۔ فتنے والے حالات میں کام مزید دشوار ہو جاتا ہے، البتہ خداوند عالم ہر زمانے اور ہر حالات میں اپنی

حجت کوتمام کرتا ہے۔کبھی تاریخ میں ایسا نہیں ہوا کہ لوگوں کو خدا پر اعتراض کرنے کا موقع ملا ہو کہ تو نے اپنی حجت ہم پر پوری نہیں کی تھی اور تو نے راہنما نہیں بھیجے تھے اور ہم اِسی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔قرآن کریم نے متعدد مقامات پر یہ بات بیان کی ہے۔خداوند عالم کے اشارے کا ہاتھ ہر جگہ دیکھا جاسکتا ہے، اِسے دیکھنے کیلئے چشم بینا اور بابصیرت آنکھ کی ضرورت ہے۔اگر ہم نے اپنی آنکھیں نہیں کھولیں تو ہم پہلی کا چاند نہیں دیکھ سکتے ،لیکن نہ دیکھنے کا مطلب یہ تونہیں ہے کہ چاند ہی موجود نہیں ہے، چاند موجود ہے لیکن ہم نے اپنی آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اِس کیلئے ہمیں چاہیے کہ ہم آنکھیں کھولیں، دیکھیں،توجہ کریں اور اپنے پاس موجود تمام امکانات سے استفادہ کریں تاکہ اُس حقیقت کو کہ جسے خداوند عالم نے ہمارے سامنے قرار دیا ہے، دیکھیں۔

انسان اپنی ذمہ داری کوادا کرے، خدا اُس کی مدد فرمائے گا!

حالات و واقعات میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسان اپنی ذمہ داری کوادا کرے اور اپنے مقصد کے حصول کی راہ میں جد جہد کرے۔ انسان کی یہ کوشش و جد جہد خود اُسی کے فائدے میں ہے۔خداوند عالم بھی اِس راہ اُس کی میں کوشش کرنے کی مدد فرمائے گا۔ ۹/جنوری ۱۹۷۷ء ہو یا ۳۰/دسمبر ۲۰۰۹ء کا دن، یہ سب اِسی خصوصیت کے حامل ہیں۔ روز عاشور ہونے والے واقعات کی مذمت کرتے ہوئے عوام کے ۳۰/دسمبر کے جلسے جلوسوں اور مظاہروں میں کروڑوں افراد کی شرکت ایک بہت عظیم پہلو کی حیثیت رکھتی ہے۔

حق و باطل میں فرق کرنے کیلئے بصیرت ضروری ہے

آپ توجہ کیجئے کہ جنگ صفین میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے مد مقابل کفار نہیں

تھے، اُن کے مقابلے میں وہ افراد موجود تھے جو نماز بھی پڑھتے تھے، قرآن کی تلاوت بھی کرتے تھے اور ظاہر میں اسلامی احکامات میں پیروکار بھی کرتے تھے۔ ایسے موقع پر ایسے لوگوں کے مدمقابل آنے پر کون ہے جو تاریک فضا کو روشن کرے اور لوگوں کے سامنے حقائق کو پیش کرے؟ یہ وہ منزل تھی کہ جب کچھ لوگوں نے اپنے سامنے ظاہراسلامی لوگوں کو دیکھا تو اُن کے افراد کے قدم لڑکھڑا گئے۔ جب انسان، تاریخ جنگ صفین کا مطالعہ کرتا ہے تو اُس کا دل دھل جاتا ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے تیار کیے ہوئے لشکر کے ساتھ جب شام کے علاقے میں معاویہ کے مدمقابل ہوتے ہیں تو لوگوں کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ یہ صرف ایک دو دن کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ واقعات کئی مرتبہ تکرار ہوئے۔ اِس لیے کہ یہ جنگ کئی ماہ تک لڑی گئی۔

حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کا استدلال

ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں خبر لائی جاتی کہ فلاں جگہ ایک مجاہد کو مدمقابل لشکر کے باطل ہونے میں شبہ پیدا ہو گیا ہے اور یہ وہ مسلسل کہہ رہا ہے کہ جناب ہم ایسے با ایمان لوگوں سے کیوں جنگ کر رہے ہیں؟ آخر اِس جنگ کا کیا فائدہ ہے کہ جس میں دو مسلمان باہم دست و گریباں ہیں؟ اور اِسی طرح کی دسیوں باتیں۔ ایسے کٹھن حالات میں یہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے خالص اصحاب اور سچے اور وفادار ساتھی تھے جو اسلام کی ابتدا ہی سے امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ ساتھ تھے، اُن سے جدا نہیں ہوئے بلکہ آگے بڑھتے ہیں اور قدم اُٹھاتے ہیں۔ حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ ایسے نازک وقت میں اہم ترین کاموں کی انجام دہی کو اپنے ذمہ لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے ٹھوس قسم کے استدلال پیش کیے۔ آپ اِن استدلالات کو ملاحظہ کیجیے کہ یہ کیسے ٹھوس استدلال تھے کہ جنھیں انسان زندہ استدلال کی صورت میں ہمیشہ اپنے

پاس محفوظ رکھ سکتا ہے۔

آنکھیں کھولو اور بصیرت سے دیکھو!

جب عمار یاسر نے دیکھا کہ ایک گروہ شبہ کا شکار ہو گیا ہے تو وہ جلدی سے وہاں پہنچے اور حق و باطل کو بیان کرنے اور اُن میں فرق واضح کرنے کیلئے تقریر کی۔ اُن کی اُس تقریر کے کچھ الفاظ یہ ہیں:

"مدمقابل لشکر میں تمہیں جو پرچم نظر آرہا ہے، میں نے اِسی پرچم کو جنگ اُحد اور جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدمقابل دیکھا تھا۔"

بنو اُمیہ کے پرچم تلے آج وہی افراد جمع ہیں، یعنی معاویہ اور عمرو بن العاص، بنو اُمیہ کے دوسرے سرداروں کے ساتھ جنگ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدمقابل کھڑے تھے۔ اُنہوں نے کہا: "آج بنو اُمیہ کے پرچم تلے تم جن لوگوں کو کھڑا دیکھ رہے ہو، یہی کل اُحد کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے پر جمع ہوئے تھے۔ میں نے اُنہیں خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اِس طرف کہ امیر المومنین علیہ السلام ہیں، جو اپنے اِسی پرچم، پرچم بنو ہاشم کے زیر سایہ کل بھی جنگ اُحد و بدر میں کھڑے تھے اور آج جو اصحاب اور اُن کے ساتھ ہیں وہ کل بھی اِسی پرچم تلے کھڑے تھے۔"

اِس سے بہتر اور کیا علامت ہو سکتی ہے؟ دیکھئے کہ یہ کتنی اچھی علامت بیان کی ہے۔ ایک محاذ پر پرچم وہی پرچم ہے اور انسان بھی وہی انسان ہیں جبکہ دوسری جانب پرچم، جنگ اُحد کا پرچم ہے اور آدمی بھی وہی ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ جنگ بدر و اُحد میں وہ لوگ دعویٰ کرتے تھے، اِس بات کے معترف تھے اور اِس بات پر افتخار کرتے تھے کہ وہ کافر ہیں اور آج وہی لوگ

اُسی پرچم تلے اِس بات کا دعویٰ کر رہے ہیں کہ مسلمان ہیں اور پیغمبرؐ اور قرآن کے طرفدار ہیں! انسان وہی انسان ہیں اور پرچم وہی پرچم ہے۔ یہ دیکھنے کیلئے بصیرت کی ضرورت ہے۔ یہ جو ہم بارہا کہتے ہیں کہ بصیرت بصیرت، تو یہی وہی بصیرت ہے۔

اسلام، اسلامی انقلاب اور امام خمینیؒ کے ماضی و حال کے دشمن؟!

اسلامی انقلاب کی ابتداء سے وہ کون تھے جو امام خمینیؒ اور اسلام سے مقابلے کے پرچم تلے جمع تھے؟ اُس پرچم تلے امریکا اور برطانیہ تھا، مستکبرین عالم اُس پرچم تلے جمع تھے، نظام استکبار سے وابستہ وہ تمام لوگ اُس پرچم تلے جمع تھے جو اسلامی نظام کی بنیادوں کو خراب کر کے شہنشاہی نظام واپس لانے کے خواہشمند تھے اور آج بھی ایسا ہی ہے۔ آپ دیکھئے کہ جون ۲۰۰۹ء کے صدارتی انتخابات سے قبل اِن آٹھ ماہ میں امریکا کہاں کھڑا ہے؟

برطانیہ کا محاذ کہاں ہے؟

صہیونزم سے وابستہ خبر رساں ایجنسیاں اور ذرائع ابلاغ کس پرچم تلے جمع ہیں؟

اِسی طرح ملک کے اندر بھی دین کے مخالف گروہ اور جماعتیں، (اسلامی انقلاب کی ابتدا میں سر اُٹھانے والی آزادی طلب کمیونسٹ) تودہ پارٹی سے لے کر سلطنت طلب اور شہنشاہی نظام کے خواہاں افراد اور تمام اقسام کی بے دین تحریکیں اور جماعتیں کہاں کھڑی ہیں؟

یعنی وہی تمام افراد جو اسلامی انقلاب کی ابتدا میں انقلاب اور امام خمینیؒ سے دشمنی کرتے تھے، حملے کرتے تھے، گولیاں چلاتے تھے اور ملک میں دہشت گردی کرتے تھے! ۱۱/ فروری ۱۹۷۹ء کو اسلامی انقلاب کامیاب ہوا اور اُس کے تیسرے دن ہی یہ لوگ اپنے اِنہی ناموں کے ساتھ آئے اور امام خمینیؒ کی اقامت گاہ کے سامنے جمع ہو کر اسلامی انقلاب کی مخالفت

میں نعرے لگانے لگے!اورآج بھی یہی لوگ (اور اسلامی انقلاب کی ابتدا میں اُس سے مخالفت کرنے والوں کی صفات وخصوصیات کے حامل افراد) آکر سڑکوں پراسلامی نظام اور اسلامی انقلاب کے خلاف نعرے لگاتے ہیں!! سمجھ جایئے کہ کوئی چیز بھی تبدیل نہیں ہوئی ہے! کل بھی اُن کا لیبل ”بائیں بازو کی جماعت“ تھااوراُن کا حمایتی اورطرفدارامریکا تھا، اُن کا نام سوشلسٹ تھا، لبرل ازم کے حامی تھے، (دل خواہ) آزادی کے طلبگار تھے اوراُن کے پیچھے دنیا کے تمام چھوٹے بڑے استکبار واستبداد اور اسلامی نظام کی جگہ شہنشاہی نظام کو لانے والی تمام لابیاں، افراداور جماعتیں جمع تھیں اورآج بھی حقیقت یہی ہے!

یہ ہے علامت ونشانی اورسب سے اہم بات یہ ہے کہ ہماری قوم اِن علامات کو پہچانے۔ یہ وہ چیز ہے کہ انسان جس کا صد مرتبہ بھی شکر بجالائے تو کم ہے، ہمیں سجدۂ شکر بجالانا چاہیے۔

اسلامی انقلاب واسلامی نظام کا محافظ،بصیرت وآگاہی

آپ اِس ملک کے گوشہ وکنار میں پھیلی ہوئی قوم کو دیکھئے کہ جو حالات وواقعات کو اچھی طرح جانتی ہے اور یہ بہت بڑی نعمت ہے! یہ جو میں نے عرض کیا کہ ۳۰/دسمبر کا دن ایک تاریخی دن ہےتو اِسی وجہ سے ہے۔ یہاں عوام بیدار وہوشیار ہےاور یہی وہ چیز ہے کہ جس نے ملک کی حفاظت کی ہوئی ہے۔

میرے دوستو! یہی وہ چیز ہے کہ جس نے آپ کے اسلامی انقلاب کومحفوظ بنایا ہوا ہے اور اِسی چیز نے عالم استکبار کے سرکردہ افراد سے جرأت کوچھین لیا ہے جو یہ چاہتے ہیں کہ ایران پر حملہ کریں، وہ آپ سے اورآپ کی بیداری وہوشیاری سے خوف زدہ ہیں۔اب کھسیانے ہوکراپنی

پروپیگنڈا مہم میں کچھ افراد کو سامنے لے کر آتے ہیں، اپنی خبر رساں ایجنسیوں سے بمباری کراتے ہیں لیکن حقیقت کچھ اور ہی ہے! اُن کا حقیقی دشمن ہماری قوم اور اُس کا ایمان و بصیرت ہے، اُن کا حقیقی ہدف ہماری نوجوان نسل کی دینی غیرت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اُن کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا کہ کیا کریں؟ ایک وقت چپ ہو کر بیٹھ جاتے ہیں، صبر کرتے ہیں اور ایک وقت میدان میں آ کر مقابلہ کرتے ہیں۔

ملک کے اندرونی حالات، عالمی حالات کا ہی تسلسل ہے!

ملک کے اندر رونما ہونے والے واقعات و حادثات کی تحلیل، بین الاقوامی سطح پر ہونے والے واقعات کی تحلیل سے الگ نہیں ہے، عالمی واقعات اور خطے (اور ایران) میں رونما ہونے والے واقعات دراصل ایک ہی سلسلے کی کڑی ہیں اور اِن میں کچھ ہمارے ملک سے متعلق ہیں جو اساسی اور اصلی حیثیت کے حامل ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ عالمی سامراج یہاں اپنی دال گلتا نہیں دیکھ رہا ہے اور یہ اِس بات کی علامت ہے کہ ایک قوم اِس سلسلے میں کتنے مؤثر کردار کی حامل ہوتی ہے۔

امام خمینیؒ اُمتِ مسلمہ کو مخاطب کیوں کرتے تھے؟

یہ جو امام خمینیؒ اپنے خطبات و تقاریر میں اُمتِ اسلامی کو مخاطب قرار دیتے تھے تو وہ اِسی حقیقت کی وجہ سے تھا کہ ایک قوم اگر بیدار اور ایسے متحد اور ہوشیار ہو جائے تو وہ عالمی سطح پر اپنے خلاف تیار ہونے والی سازش اور دشمن کی تمام تیاریوں کو ملیا میٹ کر سکتی ہے۔ اُنہوں نے کسی ملک میں جو ایک کارخانہ لگایا ہے اور اپنے استکباری اہداف کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر جو ترقیاتی

کام انجام دیئے ہیں وہ ایک قوم کی کی بیداری و ہوشیاری کو سرعت بھی بخش سکتے ہیں یا کُند و خراب کرنے کا باعث بھی بن سکتے ہیں۔ اگر تمام مسلمان اقوام میدان عمل میں کود پڑیں تو کیا نتیجہ ہوگا؟ اگر تمام مسلمان اقوام اِسی بیداری، آمادگی و تیاری اور میدان عمل میں کودنے کیلئے تیار ہو جائیں تو دنیا میں کیسا انقلاب بر پا ہوگا؟ دشمن اِس بیداری سے ڈرتا اور خوف کھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میری اور آپ کی آواز دب جائے اور اقوام عالم کے کانوں میں نہ جائے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ایسا کوئی کام انجام دیں کہ دوسری اقوام یہ نہ سمجھیں کہ عالمی حالات کا رُخ موڑنے میں ایک قوم کی بیداری و ہوشیاری اور بصیرت کیا تاثیر رکھتی ہے!

انقلابی نوجوانوں سے ایک ضروری بات!!

میں یہاں اپنے انقلابی نوجوانوں اور فرزندانِ انقلاب اور بسیج کے نوجوانوں سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں: ملک کے گوشہ و کنار سے دشمن کی جانب سے جب اُن کے ایمان پر تہمتیں لگائی جاتی ہیں یا وہ اپنی آنکھوں سے اِس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ عاشور کے دن ایک گروہ سڑکوں پر آ کر اُس دن کی توہین کرتا ہے، امام حسین علیہ السلام کی اہانت اور اُن کے عزاداروں کی تذلیل کرتا ہے تو اِن نوجوانوں کے دلوں میں درد اُٹھتا ہے اور اُن میں غم و غصے کی لہر دوڑ جاتی ہے جو ایک فطری بات ہے اور اُنہیں اِس بات کا حق بھی حاصل ہے۔ لیکن میں اُن کی خدمت میں عرض کروں کہ وہ ہوشیار رہیں کہ وہ ایسا کوئی افراطی کام یا تندمزاجی سے کوئی عمل انجام نہ دیں جو دشمن کی مدد کرے۔ یہاں دفتر میں نوجوان ٹیلیفون کرتے ہیں، اُن کی ٹیلیفوں کالوں اور خطوط کو خلاصہ کر کے میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں، میں اُن کے خطوط کا مطالعہ کرتا ہوں، ہر روز میرے سامنے ایسے کئی خطوط اور کالوں کا خلاصہ لایا جاتا ہے اور

میں ہر روز اُنہیں چیک کرتا اور پڑھتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ نوجوان گلا مند ہیں، ناراض ہیں اور غصے کا اظہار کرتے ہیں اور کبھی کبھی تو مجھ سے بھی گلا مند ہوتے ہیں کہ میں کیوں صبر کر رہا ہوں؟ میں ایسے حالات و واقعات پر کیوں خاموش ہوں اور اُنہیں برداشت کیے جا رہا ہوں؟

دشمن ایک بڑا کھیل شروع کر رہا ہے!!

میں اُن کی خدمت میں عرض کروں کہ اِن موجودہ حالات میں دشمن اپنے تمام تر امکانات و وسائل کے ساتھ ایک بڑے فتنے کی تیاری کر رہا ہے اور ایک بڑا کھیل شروع کرنا چاہتا ہے تو ایسے وقت میں ہمیں بہت زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے کسی بھی جذباتی عمل سے اُس کی مدد نہ کریں۔ ایسے مرحلے اور حالات میں بہت زیادہ ہوشیاری و بیداری، احتیاط و تدابیر سے اور مستحکم اور بھرپور فیصلے کے ساتھ وارِدِ عمل ہونے کی ضرورت ہے۔

تمام حالات میں قانون کی پیروی ضروری ہے

اعلیٰ حکام موجود ہیں، عدلیہ موجود ہے، قانون موجود ہے لہٰذا سب کو قانون کے مطابق عمل کرنا اور قدم اُٹھانا چاہیے۔ یہی وجہ ہے ایسے نازک حالات میں ایسے لوگوں کا میدان میں کودنا اور کوئی جذباتی عمل انجام دینا اِس بات کا سبب بنے گا کہ وہ حالات کو مزید بگاڑ دے۔ خداوند عالم نے سورہ مائدہ کی آیت ۸ میں ارشاد فرمایا ہے:

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى"

ایسا نہ ہو کہ ایک قوم کی دشمنی تم کو اِس بات پر آمادہ کر دے کہ اُس کے ساتھ

عدالت کا سلوک نہ کرو، عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو کیونکہ یہ تقویٰ سے نزدیک ہے۔

صحیح ہے کہ ایک گروپ، دشمنی کررہا ہے، ایک گروہ خباثت دکھا رہا ہے اور کچھ خبیث افراد اُن کی پشت پناہی کررہے ہیں لیکن اِن سب کے باوجود ہمیں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اگر انسان بغیر سوچے سمجھے کسی عمل میں قدم رکھے تو (دشمن کے عمل سے بیزار) افراد اور بے گناہ انسان بغیر سوچے سمجھے قدم اُٹھانے والوں کے عمل سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ ایسے کسی واقعے کو رونما نہیں ہونا چاہیے۔ میں اپنے انقلابی فرزندوں اور اپنے نوجوانوں کو خبردار کرتا ہوں کہ وہ خودسرانہ کوئی عمل انجام نہ دیں بلکہ تمام حرکات وسکنات کو قانون کے مطابق انجام دیں۔

ہماری قوم نے ہم سب پر اتمام حجت کر دیا ہے!

ملک کے اعلیٰ حکام کی آنکھیں کھلی ہیں اور وہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ قوم کہاں جارہی ہے اور اُس کا کیا مطالبہ ہے۔ ہم سب پر حجت تمام ہوگئی ہے۔ ۳۰ ردسمبر کے عظیم الشان ملک گیر مظاہروں نے ہم سب پر اتمام حجت کردی ہے۔ صدارتی کابینہ ہو یا پارلیمنٹ یا پھر عدلیہ سب ہی جانتے ہیں کہ عوام میدان عمل میں موجود ہے اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ تمام اداروں کو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے وظائف وذمہ داریوں کو ادا کریں، وہ مفسدین (فی الارض)، بلوائیوں، دہشت گردوں اور امن وامان خراب کرنے والوں اور اسلامی انقلاب کے دشمنوں کے مقابلے میں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کریں اور ملک کیلئے بھی اپنی خدمات پیش کریں۔ اِن سب اداروں کو چاہیے کہ وہ ملک کو آگے بڑھائیں۔

دشمن کی کوشش ہے کہ وہ اِس قسم کے واقعات وحادثات سے ملک کے ترقیاتی کاموں

کی رفتار کو روکے، علمی پیش رفت کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرے اور اُسے متوقف کر دے، لہٰذا اپنے کسی بھی جذباتی وافراطی کام اور بغیر تدبیر کے عمل سے دشمن کی مدد نہیں کرنی چاہیے۔

دشمن ملکی پیش رفت اور قوم کے اتحاد و بصیرت کو نشانے پر لیے ہوئے ہے!

ایک ملکی نظام کی سب سے بڑی دولت یہ ہے اُس کی عوام اُس کی حمایت کرے اور اُس کا ساتھ دے۔ دشمن کھل کر سامنے آ گیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ عوامی کی اِس تحریک کو خراب کرے۔ دشمن کے میڈیا نے ۳۰ / دسمبر کے عوامی اجتماعات اور مظاہروں کو عوامی مظاہرے کہا!! یہ بیوقوف نہیں سمجھ رہے ہیں کہ وہ اپنی اِنہی باتوں سے ہماری حکومت کی تعریف کر رہے ہیں!

یہ کیسی حکومت ہے کہ جس نے دو دن میں اتنے بڑے اجتماعات اور مظاہرے منعقد کرائے۔ روز عاشور، اتوار کے دن تھا اور یہ ملک گیر مظاہرے بدھ کے دن ہوئے، یعنی یہ کیسی طاقتور، عظیم اور عوامی حکومت ہے کہ جس نے دو دن کے فاصلے سے ملکی عوام کو تیار کر کے اُنہیں سڑکوں پر لے آئی؟!

دنیا میں ایسی کون سے حکومت ہے جو ایسا کام انجام دے۔ دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں اپنے تمام تر مال وثروت کے باوجود جو دنیا میں دہشت گردی اور جاسوسی کیلئے مال، پانی کی طرح خرچ کرتی ہیں، اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود بھی دو دن میں اپنی قوم کے ایک لاکھ آدمیوں کو بھی تیار نہیں کر سکتیں تو کئی لاکھوں آدمیوں کی بات تو چھوڑ دیجئے!

اگر ہماری قوم اپنی حکومت کے اعلان پر سڑکوں پر نکلی ہے (جیسا کہ دشمن تجزیہ کر رہا

ہے) تو یہ ایک بہت طاقتور حکومت ہے ! حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں حکومت اور عوام وجود ہی نہیں رکھتے بلکہ دونوں ایک ہی ہیں ۔ تمام اعلیٰ حکام سے لے کر اِس بندہ حقیر تک سب اِسی قوم کے بحر بیکراں کا ایک قطرہ ہیں ۔

خدا کی رحمت ہو امام خمینیؒ اور شہدا پر !

خدا کی بے شمار رحمت نازل ہو امام خمینیؒ پر کہ جنہوں نے سب سے پہلے یہ قدم اُٹھایا اور ہمارے شہدا پر بھی خدا کی رحمت ہو، یہی وہ لوگ تھے کہ جو ہراول دستہ تھے، یہ وہ تھے کہ جنہوں نے اِس راستے کو کھولا اور اُسے ہموار کیا۔ ہماری قوم اور ہمارے ملک کے نوجوانوں پر بھی خدا کی رحمت و برکت نازل ہو کہ جنہوں نے اپنی بصیرت اور دشمن کے مقابلے میں اپنی تیاری کو ثابت کر دیا ہے اور اپنے ملک و نظام اور اسلامی انقلاب کو نابود کرنے کی دشمن کی سازش کو ناکام بناتے ہوئے اُسے مایوس کر رہے ہیں ۔ خداوند عالم آپ سب کا حامی و محافظ ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

17 دسمبر 2008 روزِ غدیر قوم سے خطاب

رہبر معظم انقلاب اسلامی حضرت آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای نے 17 دسمبر 2008 کو قوم کے مختلف طبقات کے ہزاروں افراد سے ملاقات میں اسلام میں حکومت کے اہم مسئلہ اور اسلامی حکومت کے نمونہ کی تشریح کو غدیر کا عظیم درس اور پیغام قرار دیتے ہوئے فرمایا:

شیعہ اپنے درخشاں اور معتدل عقائد کی حفاظت کرتے ہوئے اس عقیدہ کو عالم اسلام میں اختلاف اور تفرقہ کا باعث بننے کی اجازت نہیں دیں گے۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی نے عید سعید غدیر کی مناسبت سے ایران کی مومن قوم اور تمام مسلمان قوموں کو مبارک باد پیش کی اور غدیر کے پیغام کے فہم و ادراک کو صحیح راستہ پر امت اسلامی کی حرکت کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا اہم اعلان اور وہ بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت عمر کے آخری ایام میں، اس بات کا مظہر ہے کہ اسلام میں دین و سیاست اور حکومت میں اتحاد و وحدت ایک اہم مسئلہ ہے جو آج پوری امت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم درس کا حامل ہے۔

رہبر معظم نے اسلامی حکومت کی تشریح کو غدیر کے عظیم واقعہ کا دوسرا درس قرار دیتے ہوئے فرمایا:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حضرت علی علیہ السلام جیسی عظیم شخصیت کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا اعلان، اس بات کا مظہر ہے کہ واقعہ غدیر مسلمانوں کا صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں ہے بلکہ اسلامی اور انسانی معاشروں کو چلانے کے تمام ضروری معیاروں کی ٹھوس اور واضح علامت بھی ہے۔

رہبر معظم نے خوشنودئ خدا سے دلبستگی، راہ خدا میں پیہم جد وجہد اور مجاہدت، حق و حقیقت کے راستے میں فداکاری و جانفشانی، خدا کے دشمنوں کے مدمقابل سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے مانند استقامت وصبر، دنیاوی زخارف پر عدم توجہ، مظلوم اور کمزور انسانوں کے سامنے تواضع اور انکساری کو امیر المومنین علیہ السلام کی اہم خصوصیات قرار دیتے ہوئے فرمایا:

غدیر کا واقعہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ اسلامی معاشرے کا نظم ونسق ایسے فرد کے ہاتھ میں

ہونا چاہیے جو امیر المومنین علیہ السلام کو ملاک و معیار جانتا ہو اور اس عظیم بلندی کی جانب قریب تر کرنے کی تلاش و کوشش کرتا ہو جو آج کے انسان کے لئے جمہوری اسلامی اور اسلام کے اہم اور شاداب پیغام کا اہم حصہ ہے۔

رہبر معظم نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو صبر و مجاہدت کا پیکر اور دیگر میدانوں میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ممتاز شاگرد قرار دیتے ہوئے فرمایا:

آج کے انسانی معاشرے میں سب سے بڑا فقر ایسے سیاستمداروں کا فقدان ہے جس کا اسلام نے تاریخ اور غدیر خم کے میدان میں سب سے اعلی نمونہ پیش کیا ہے۔

رہبر معظم نے غدیر کے واقعہ کے بارے میں شیعہ اور سنی کے درمیان الگ الگ سوچ و فہم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

نظری اختلاف کے باوجود شیعہ اور سنی غدیر کے واقعہ اور حضرت علی علیہ السلام کی عظیم شخصیت کے بارے میں ہم خیال اور متفق ہیں اور امت اسلامی کا ہر فرد حضرت علی علیہ السلام کو علم و تقوی اور شجاعت کا سب سے اعلی اور ایسا عظیم پیکر سمجھتے ہیں جہاں تک رسائی ممکن نہیں ہے۔

رہبر معظم نے دشمنوں کی فتنہ انگیز اور پھوٹ ڈالنے والی سازشوں کے بارے میں شیعہ اور سنیوں کو ہوشیار اور آگاہ رہنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کی امامت پر گہرا اعتقاد شیعوں کے عقیدے کا اصلی محور ہے اور شیعوں نے دوسرے علوم و معارف کے ساتھ اس اعتقاد کی تمام عداوتوں اور دشمنیوں کے باوجود حفاظت کی ہے اور حفاظت کریں گے لیکن وہ اس اعتقاد کو عالم اسلام میں اختلاف کا باعث بننے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔

رہبر معظم نے مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے سلسلے میں امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہوری اسلامی کی مسلسل کوششوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

عالمی سامراجی طاقتیں جنھیں انقلاب اسلامی پر شیعہ اور سنیوں کی توجہ اور وحدت سے سخت چوٹ لگی ہوئی ہے وہ مسلمانوں میں مذہبی تعصّبات کو ہوا دیکر فتنہ و اختلاف پھیلانے کی کوشش کررہی ہیں تا کہ مسلمانوں کو انقلاب اسلامی سے جدا کردیں اور ان کی ان ناپاک اور خطرناک سازشوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو مکمل طور پر ہوشیار رہنا چاہیے۔

رہبر معظم نے دشمنوں کی طرف سے امت اسلامی میں اختلافات پیدا کرنے کے لئے سرمایہ لگانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

ہمیں پہلے سے یہ اطلاع ہے کہ شیعہ اور سنیوں کے خلاف گالیوں اور تہمتوں سے بھری کتابیں شائع کرنے کے لئے سامراجی طاقتوں سے وابستہ ایک مرکز مالی مدد فراہم کرتا ہے اور کیا یہ خطرناک حقیقت، متنبہ اور بیدار کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟

رہبر معظم نے شیعہ اور سنیوں کے خلاف تہمت اور افتراء پر مشتمل کتابوں کی اشاعت کو امریکہ اور صہیونیزم کے اہداف کو پورا کرنے کی کوشش قرار دیتے ہوئے فرمایا:

ہم سب کو یہ جان لینا چاہیے کہ اس قسم کی کتابیں کسی شیعہ کو سنی نہیں بنا سکتیں اور نہ ہی کسی سنی کو شیعہ عقائد کی طرف راغب کرسکتی ہیں۔

رہبر معظم نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت سے تمسک اور استمداد پر تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

مضبوط و مستحکم اور منطقی استدلال پر مشتمل کتابیں لکھنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے جیسا کہ شیعہ علماء نے تاریخ میں اس کام کو انجام دیا ہے لیکن اگر کوئی یہ تصور کرتا ہے کہ سنیوں پر تہمت اور الزام عائد کرکے شیعوں کا دفاع کرسکتا ہے تو اسے جان لینا چاہیے کہ اس عمل سے دشمنی کی آگ بھڑکانے کے علاوہ کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوگا اور یہ کام ولایت سے دفاع پر مبنی نہیں بلکہ امریکہ اور اسرائیل کی حمایت پر مبنی ہوگا۔

رہبر معظم نے ایرانی عوام کے ایٹمی حقوق اور دیگر مطالبات کے مدمقابل عرب ممالک کومخالفت پر مجبور کرنے کے لئے بیرونی طاقتوں کی طرف سے پڑنے والے دباؤ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

دشمن کے بس میں زیادہ سے زیادہ یہی کام تھا جو وہ کرسکتا تھا جبکہ عرب ممالک کے بھی اپنے مفادات ہیں جن کی بنا پر وہ مکمل طور پر امریکہ اور اسرائیل کی آغوش میں جانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

رہبر معظم نے فرمایا:

بہرحال سامراجی طاقتیں جو بھی سازش کرنا چاہیں اگر ایرانی قوم اور دیگر مسلمان قومیں ہوشیار اور بیدار رہیں تو وہ امت اسلامی کو کمزور بنانے کے سلسلے میں اپنے معاندانہ اہداف تک نہیں پہنچ پائیں گی۔

رہبر معظم انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای دام ظلہ نے مدرسہ آیت اللہ مجتہدی تہران کے اساتذہ اور طلاب علوم دینیہ کے اجتماع میں خطاب کے دوران ایمان ومعنویت سے عاری ترقی یافتہ علمی معاشروں کی مشکلات کی مانند اہم موضوعات پر نہایت ہی مفید و پرمغز گفتگو فرمائی۔ ہم اس تقریر کی جامعیت اور افادیت کی ہمہ گیری کے پیش نظر کچھ اہم مطالب آپ کی نذر کررہے ہیں امید ہے پسند فرمائیں گے۔

رہبر معظم حضرت آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای دام ظلہ نے اس حوزۂ دینی میں علم ومعرفت حاصل کرنے والے مومن وفعال طلبہ خصوصا جوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ایک ایسے معاشرے میں، جو ترقی کی طرف گامزن ہو اور اعلی علمی، معاشرتی اور عالمی اہداف ومقاصد کا بھی حامل ہو، اگر ایک ایسا قوی ومؤثر ثقافتی چشمۂ فیض جاری ہو جو معاشرے کی کوشش وحرکت کی صحیح سمت میں رہنمائی کرتا رہے تو یہ معاشرہ خیر وترقی اور کامیابی وکامرانی حاصل

کرلے گا لیکن اگر اس طرح کا کوئی الٰہی و معنوی، مذہبی۔ ثقافتی چشمۂ فیض۔ علمی توسیع و ترقی کی طرف گامزن معاشرے میں موجود نہ ہو تو نتیجے میں وہی چیز دیکھنے کو ملتی ہے جو آج مغرب کے ترقی یافتہ معاشروں میں نظر آرہی ہے۔ جس قدر زیادہ ترقی یافتہ ہیں اتنا ہی زیادہ انسانیت بھلائی اور عدل و انصاف سے دور ہیں، آج آپ آمریکہ میں دیکھ سکتے ہیں علم، دولت و ثروت، فوجی قوت اور سیاسی و سفارتی کوششوں کے لحاظ سے، وہ مادی تہذیب و تمدن کے اوج پر ہے۔۔۔

لیکن انسانیت، معنویت اور اخلاق و فضیلت سے دوری بھی آپ کو امریکی معاشرہ میں اس اوج پر نظر آئے گی کہ اس سے قبل کوئی دوسرا معاشرہ وہاں تک نہ پہنچ سکا ہوگا۔ آج انسانی نقطۂ نگاہ سے نفرت انگیز ترین اخلاقی، جنسی اور معاشرتی امور اسی امریکہ اور اس کے جیسے دوسرے ترقی یافتہ معاشروں میں قانونی شکل میں عام طور پر رائج اور مقبول ہو چکے ہیں۔ گناہ تقریباً سبھی انسانی معاشروں میں ہے لیکن کوئی گناہ عام اور قانونی ہو جائے اور اس پر سرمایہ کاری ہو اور اس کو تحفظ عطا کیا جائے وہ انحراف ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

آج یہ انحراف امریکی معاشرے میں، سب سے زیادہ علمی، صنعتی، معاشی، اقتصادی اور سیاسی ترقی یافتہ معاشرے کے عنوان سے نمایاں طور پر قابل مشاہدہ ہے۔ آپ دیکھتے ہیں ایک مرد یا ایک عورت بہ ظاہر ہر طرح آراستہ و پیراستہ اس قدر مکمل شکل کہ اگر کوئی اس مرد یا اس عورت کو سڑک یا کسی دوکان پر دیکھے تو اس کے اخلاق و رفتار کے بارے میں دور تک کسی طرح کی بدگمانی کا تصور بھی نہ پیدا ہو لیکن یہی مرد اور یہی عورت بغداد کے ابوغریب جیل میں ایک درندہ نما بھیڑیے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بظاہر اس صاف ستھری، منظم و مرتب خوشبو سے معطر ٹائی لگائے انسان کے اندر ایک جنگلی کتا سو رہا ہے۔ ابوغریب جیل کی تصویروں نے جو منظر عام پر آئی ہیں، مغربی معاشروں کے غافل ترین سماجی طبقوں کو جھنجوڑ اور چونکا دیا ہے۔ اذیت رساں، ایک عورت، ان لطیف احساسات کے ساتھ جو ایک عورت میں ہونے چاہئے، اذیتوں میں مبتلا کئ

عراقی مرد، اور جرم کیا ہے؟ مشکوک ہونا اور بس، اور اذیتیں؟ درندگی کی انتہا کو پہنچی ہوئی، اور وہ برادری جوان جرائم کی مرتکب ہوئی ہے ایک ترقی یافتہ علمی صنعتی، متمدن بڑے بڑے دعوے کرنے والی برادری ہے دراصل عالم بشریت کی قیادت کے دعویدار معاشرہ کی رگوں میں جب معنوی رہنمائی کا ایک صحیح وسالم مؤثر ثقافتی خون کا سیلان مفقود ہوجا تا ہے، نتیجہ یہی ہوتا ہے اس بڑی مغربی تہذیب وتمدن کا گناہ بھی یہی ہے۔

رہبر معظم نے فرمایا:

یہ جو کہتے ہیں کہ اسلامی رجحان رکھنے والے روشن خیال وروشن نظر افراد مغربی تہذیب کے مخالف ہیں، اس کو اسلام دشمن مغربی عناصر الٹا کر کے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ علم وترقی کے مخالف ہیں، حالانکہ اسلام پر ایمان رکھنے والے مغربی تہذیب کی مخالفت اس لئے نہیں کرتے کہ وہ علمی ترقی اور خرافات سے جنگ کے حامی اور تمام سماجی تعلقات کو علمی بنانے کے خواہشمند ہیں بلکہ ان کی مخالفت پوری مغربی دنیا میں معنویت اور انسانی اخلاق وفضائل کے فقدان کے سبب ہے۔ یقینا یورپ میں بیداری کی تحریک سے قبل ان کی مذہبی قیادت جس کج فکری اور انتہا پسندی کا شکار ہوئی اور وہ عقل ومنطق سے دور جس طرح مکمل طور پر دشمنانہ تعصّبات کی زندگی بسر کر رہی تھی اس کا ردعمل یہی ہونا چاہئے تھا یہ ان کی سرنوشت ہے جو اس تباہی سے دو چار ہے۔ جب انہوں نے علم وترقی کی مخالفت کی، اور انسانوں کو اوہام وخرافات پر مبنی جرائم کی بنیاد پر، زندہ آگ میں جھونک دیا اور یہ ابھی سو سال قبل کا یورپ ہے، بہت زیادہ پرانی بات نہیں ہے، جب مذموم ترین خرافات یورپ اور اس زمانے میں حکمراں کلیسا کے فکری اور معنوی پہلوؤں پر اس طرح سوار رہے ہوں تو اس کا نتیجہ یہی سب کچھ ہوتا ہے جو یورپ میں ہوا اور جس نے یورپ کو تباہی کے اس دہانے تک پہنچا دیا ہے۔

رہبر انقلاب اسلامی نے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

آپ جوان ہیں، وہ دن بھی دیکھیں گے جب یہ مغرب کی مہذب دنیا، معنویت سے محرومی کے باعث ہلاکت اور تباہی سے دوچار ہوگی۔قوت واقتدار اور توانائیوں کے جس اوج پر وہ آج پہنچے ہوئے ہیں وہاں سے ذلت وناتوانی کے گڑھوں میں گرجائیں گے۔ یادرکھیئے تاریخی عمل و ردعمل کے نتائج بہت زیادہ تیزی سے رونما نہیں ہوا کرتے جس دن یہ نتائج آشکار ہوں گے ان کا علاج ممکن نہیں ہوگا، البتہ وہ دن مغربی تہذیب کوضرور دیکھنا ہوگا یہ بات مغرب کے روشن نظر افراد اس وقت بھی محسوس کررہے ہیں اوران کوخبردار کیا کرتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جوہم طلبہ کی ہےاور ہم دور بیٹھے یہاں کررہے ہیں۔

جی نہیں! یہ باتیں خودان کا خیال ہیں، البتہ ہم بھی یہی سمجھ رہے ہیں۔لیکن ایسا کیوں ہوا ؟ ان کے یہاں علم کی کمی نہیں تھی، علمی ذرائع سے انہوں نے دولت وثروت کے بے انتہا خزانے کشف کئے اور خدادادزمینی ذخائر پر قبضہ کیا اور جس قدرفوائد کا امکان تھا فائدہ اٹھایا۔ فضاؤں میں بھی گئے اوراجرام فلکی کا بھی گہرائی سے انکشاف کیا۔ وہ علمی ترقیوں میں بہت زیادہ آگے ہیں اوراپنے علم سے قوت واقتدار اور سیاسی برتری کے حصول میں جتنا بھی ممکن تھا جائز و ناجائز فائدہ اٹھایا ہے اسی علم کے ذریعے سامراجیت قائم کی، مختلف عالمی قتل عام کئے، دسیوں لاکھ انسانوں کا یورپیوں نے گذشتہ چندصدیوں کے دوران مختلف جنگوں میں اور مختلف حادثوں میں قتل عام کیا، بنابریں ان کے یہاں کوئی علمی کمی نہیں تھی، لیکن علم ہدایت کے بغیر، فضیلت و معنویت اور انسانیت کے بغیر صرف دنیا کونظر میں رکھنے اور آخرت سے آنکھیں پوری طرح بند رکھنے والے علم کا نتیجہ یہی ہے۔ معنویت سے عاری علمی ترقی پہلے زندگی کوجلوے، دولت واقتدار اورحسن ورنگینی عطا کردیتی ہے باطل کے لئے جلوہ لیکن بعد میں اس کا انجام اسی طرح کا ہوتا ہے اور یہ سلسلہ یونہی چلتا چلا جائے گا۔

آپ سن لیں ترقی یافتہ تمدن معاشروں کا کہ جنہوں نے معنویت کی بوبھی نہیں سونگھی

ہے اخلاقی جنگلی پن روز بروز بڑھتا جائے گا اور یہی جنگلی پن مغربی تہذیب کی سب سے بڑی لغزش گاہ ہے جوان کو سرنگوں کرے گی۔ معاشرہ میں یہ معنویت فراہم کرنا کس کا کام ہے؟ دنیا پرستی کی موج مارتی ظلمتوں کے درمیان فضیلت کے چراغ کون روشن کرے گا؟ خواہشات نفسانی کے سرکش گھوڑوں کو جو اس طرح کے خطرناک میدانوں میں انسان کو لا گراتے ہیں کون لگام لگا دے گا اور کون قابو میں لائے گا؟ عاقل و فرزانہ فعال و باخبر مذہبی پیشواؤں کا یہ کام ہے کہ جن سے اہل مغرب محروم تھے، اگر معاشرے میں ان خصوصیات کے حامل مذہبی رہنما اور علمائے دین موجود ہوں جو علم دین جانتے ہوں، حسب ضرورت تقوی و تقدس رکھتے ہوں، ضروری شجاعت پائی جاتی ہو اور خدا کے لئے میدان میں اتر آئیں عقل و تدبیر سے کام کریں تو جس قدر بھی معاشرے کی دنیوی ترقی میں اضافہ ہوگا اس کی معنویت میں بھی اضافہ ہوتا جائے گا۔ یہ عدم توازن جو آج مغربی دنیا پر حکمراں ہے، اوران کو ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے، پھر نہیں پیش آنا چاہئے۔ آپ لوگ جو جوان اور ہمارے ملک و معاشرے کے نونہالوں میں شمار ہوتے ہیں ملک و قوم بلکہ اس عظیم اسلامی برادری اور اس سے بھی بلند ہو کر پوری انسانی برادری کو نجات دلایئے آپ اسی نگاہ سے دیکھئے اور اسی تصور کے ساتھ میدان عمل میں اتر کر کام کیجئے۔ صحیح طرز فکر یہی ہے ایسا نہیں ہے کہ ہم علماء وطلبہ کے درمیان کمی اور کوتاہی نہیں ہے کیونکہ کمیاں بہت زیادہ ہیں لیکن اس امن و سلامتی کو ہمارے علمائے ماسلف نے محفوظ رکھا ہے اور علم و تقویٰ کی راہ میں تن دہی کے ساتھ کوششیں کی ہیں اور رشتۂ معنویت کو برقرار رکھا ہے۔ آج یقیناً ہمارا ملک اور اسلامی معاشرہ دوسرے تاریخی ادوار سے بہت مختلف ہے اور اسی اعتبار سے علماء کا کردار بھی دوسرے زمانوں سے زیادہ غیر معمولی اور ممتاز ہے

زمانۂ گزشتہ میں علمائے اسلام، حکومت اور نظم و تدبیر مملکت سے دور ایک ایسے مجموعہ کی حیثیت رکھتے تھے کہ جس نے تمام ادوار میں پوری طرح حتی شیعیت کے دعویدار، علماء کا احترام کرنے والے صفوی بادشاہوں کے زمانے میں بھی، خود ایک مغلوب گروہ کے ہاتھوں مغلوب

جماعت کی سی زندگی گزاری ہے، فتح علی شاہ قم میں میرزائے قمی کے گھر جاتے اوران کا بازو پکڑ کر اٹھنے بیٹھنے میں مدد کرتے مگران کے زمانے میں بھی علما کا گروہ مکمل طور پر گوشہ نشین تھا، گویا ایک سیلاب رواں دواں ہے لیکن اس کے کنارے ایک نہر ہے جو اس سے متصل ہونے کے باوجود سیلاب کی روانی میں کسی بھی بنیادی اور اصولی کردار و عمل سے عاری ہے۔ نہ صرف علماء بلکہ خود مذہب کا یہی عالم تھا۔ آج ہمارے ملک کی تاریخ میں بلکہ تمام اسلامی ملکوں کی تاریخ میں، صدر اسلام کے بعد، پہلی مرتبہ مذہب حکومت واقتدار کا منبع وسرچشمہ بنا ہے اور علمائے دین معاشرے کا انتظام چلا رہے ہیں۔

علما کا نمایاں اور مقدم ہونا یا نہ ہونا اہم نہیں ہے۔ اہم دین کا مقدم ہونا یا نہ ہونا ہے ہماری قانون ساز اسمبلی ایک اسلامی پارلیمنٹ ہے یعنی ہمارے قوانین کی منظوری یا نامنظوری کا معیار اس کا دین کے مطابق ہونا یا نہ ہونا ہے، (فقہا و زعما کی سپریم کونسل) شورائے نگہبان، کابینہ کے اراکین یعنی قوۂ مجریہ (اور عدلیہ) وغیرہ ملک کا نظام چلانے والے تمام دست و بازو اور ذمہ دار حکام ایک مذہبی سرچشمے سے وابستہ ہیں، یہ ہمارے موجودہ معاشرہ کی بنیادی ترین خصوصیت ہے جس کی زمانۂ گزشتہ میں مثال نہیں ملتی۔

اگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ کفر واستکبار کے عظیم مورچے اپنی طرح طرح کی تمام شکلوں کے ساتھ ان مذہبی نقطوں سے شدت کے ساتھ برسر پیکار ہیں تو یہ اسی لئے ہے۔ شورائے نگہبان کے سخت مخالف ہیں، پارلیمنٹ کے جو اسلامی پارلیمنٹ ہو، سختی سے مخالف ہیں، صدر جمہوریہ جو اسلام کا دم بھرے اس کے سخت مخالف ہیں اور بہ طریق اولیٰ اسلامی قیادت ورہبری اور ولایت فقیہ کے سو فیصدی مخالف ہیں کیونکہ یہ سب وہ بنیادی نقطے ہیں جو اسلامی نظام کی راہ و روش، موقف اور حکمت عملی کا تعین کرتے ہیں۔ ہمارے ملک کی یہ صورت حال وہ صورت ہے کہ اگر اسی طرح پیچھے چلتے جائیں تو صدر اسلام تک اس کی نظیر نہیں ملے گی۔

اگر یہ ملک مادی ترقی وتحرک کے میدانوں میں کامیابیاں حاصل کرسکا ہے، اگر علم و ٹیکنالوجی اورصنعت میں یہ ملک آگے بڑھا ہے اگر یہاں ایک بین الاقوامی سیاست اورقوی و مستحکم سفارتی عمل پایا جاتا ہے اگر یہ معاشرے کے اقتصاد کومنظم کرسکا ہے، اگر زمینی سرمایوں کے عظیم ذخائر سے، وہ معدنی ہوں یا زراعتی یہ ملک بھرپور فائدہ اٹھانے کے قابل بنا ہے۔

اگر مختلف خصوصیات کی حامل ایران کی وسیع سرزمینوں سے جوفوجی اورتجارتی محل وقوع کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں ملک پوری طرح فائدہ اٹھاسکا ہےاور مختصر یہ کہ اگراس نے اپنی تہذیبی روایات کوعالمی ترقیوں کے معیارات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے میں کامیابی حاصل کی ہےتو یہ اسلامی نظام کی جامعیت سے صحیح فائدہ اٹھانے کی وجہ سے ہے۔

درحقیقت یہ سب سے پہلا ملک اورحکومت ہوگی جس نے مادی ترقیاں فضیلت و معنویت کے درخشاں چراغ کی روشنی میں حاصل کی ہیں یہ ایک نئی تہذیب بنے گی جس کی تاریخ میں بہت ہی کم مثال مل سکے گی یہ مغربی تہذیب کوچیلنج کرنے اورسختی سے خبردار کرنے والا ایک ممتاز وجود ہے۔اگراس مجموعہ میں آپ نے روحانیت ومعنویت کے کردار کا ممتاز ہونا ثابت کردیا تو دیکھیں گے کہ آپ نے اس تہذیب وارتقاء کی کس قدر قیمتی خدمت انجام دی ہے۔ نئے علوم بہت زیادہ قابل ستائش ہیں، ہمارے جوان جو یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کررہے ہیں ہم ان کے علم وتحقیق اورتجربوں کوقدر کی نگاہ سے دیکھتے اورتعریف وتشویق کرتے ہیں۔

آپ نے سنااور دیکھا ہوگا کہ میں نے یونیورسٹیوں کا دورہ کیا ہےاور جوان ورعنا طلبہ اوراساتذہ سے باتیں کی ہیں اورانہیں موجودہ علمی سرحدیں توڑنے کی دعوت دی ہے کہ سرحدوں سے نکلیں۔ نئے علوم کا انکشاف کریں اورعلم کی پیداوار کریں یہ وہ کام ہیں جوضرور ہونے چاہیئے ہم ملک کے حکام اوراس کے فعال وسرگرم دست وبازو کی، ٹیکنالوجی،صنعت وزراعت اورقومی سرمائے کی پیداوار اورصحیح تقسیم کی طرف تشویق وترغیب کرتے ہیں اوراس راہ میں کوششیں اور

سرمایہ کاری کرر ہے ہیں یہ سب چیزیں لازم وضروری ہیں شرط یہ ہے کہ بہترین رخ سے انجام پائیں۔لیکن اگر آپ (دینی طلبہ اور اساتذہ) کہ جنھوں نے مذہب اور فضیلت و معنویت کی روشنی جلائے رکھنے کا عزم کرر کھا ہے، غائب ہوجائیں، یہ تمام ترقیاں بے قیمت ہوجائیں گی بلکہ اقدار مخالف وسائل میں تبدیل ہوجائیں گی۔

حوزات علمیہ (اور مذہبی درسگاہوں) کی اہمیت اسی منزل میں معلوم ہوتی ہے اس زاویے سے آپ کا کام ان تمام کاموں سے جو ہورہے ہیں زیادہ اہم ہے روشن خیال، روشن نظر، شجاع، متقی، پاک دامن علم و آگہی سے سرشار، خوف خدا رکھنے والے مردم دوست علماء کی ایک جماعت کی موجودگی ترقی کی طرف گامزن معاشرے میں یہ نوید وخوش خبری دیتی ہے کہ یہ ترقیاں گمراہی و تیرگی کی راہ میں، جو تاریخی عمل و ردعمل میں زوال و انحطاط کا باعث بن جاتے ہیں، استعمال نہیں ہوں گی یہ آپ جوان طلاب اور دینی علوم کے محصلین کا کردار ہے اس کی قدر کیجئے بہت اہم ہے۔یقیناً مشکلات آپ کی راہ میں حائل ہیں۔

آج ہمارے طلبہ اور علماء بہت سی مشکلات سے دوچار ہیں مادی مشکلیں ہیں، مقام و حیثیت کی مشکلیں ہیں، طرح طرح کی سختیاں ہیں محرومیاں ہیں لیکن یہ سب کچھ اس عظیم مقصد کے سامنے زیرو ہے معاشرہ کا کوئی بھی گروہ مشکلات سے جنگ کئے بغیر ایک مؤثر اور جاوداں کردار نہ تو ادا کرسکا اور نہ ہی وجود میں لا سکا ہے۔انسانی مزاج میں یہ چیز نہیں ہے کہ وہ عیش و آرام اور مکمل آسائش کا حامل ہو اور کسی بلند مقام تک پہنچ جائے، سختیوں سے گزرنا ضروری ہے۔ یہ وہی رضائے الٰہی کی طرف بڑھنا اور ایک معاشرے کی نجات و ترقی میں مؤثر کردار ادا کرنا ہے۔حوزات علمیہ آج اس انداز کا خود کو بنا سکتے ہیں کہ حقیقی معنی میں مؤثر کردار ادا کریں۔

حوزۂ علمیۂ قم تقریباً پچاسی سال قبل تیرہ سو چالیس ہجری میں الحاج شیخ عبدالکریم حائری مرحوم کے ذریعہ وجود میں آیا اور اپنے مؤسس کی رحلت یعنی صرف پندرہ سال بعد بظاہر یہ حوزہ

بکھر گیا کیونکہ یہ رضا خان (پہلوی) کی ایجاد کردہ گھٹن اور اقتدار کے اوج کا زمانہ تھا۔ آقائے عبدالکریم حائری مرحوم کی رحلت کے بعد کئی سو طلبہ جو قم میں تھے، بھوک، افلاس اور کوئی ذریعۂ آمدنی نہ ہونے کے سبب موجودہ صورت حال سے خوف زدہ شہر قم سے نکل کر ادھر ادھر پراگندہ ہوجاتے قم کے اطراف میں واقع باغات میں بیٹھ کر علمی مباحثے کرتے اور راتوں کو مدرسۂ فیضیہ یا اپنے گھروں میں واپس جاتے تھے۔ لیکن ان ہی آوارۂ شہر، حکمراں مشینری کے اقتدار اور رعب و وحشت کی فضاؤں سے خوف زدہ، عزت و حیثیت اور سیاسی و اقتصادی دباؤ میں مبتلا طلبہ کے درمیان سے امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے مثل افراد بھی پیدا ہوئے اور اسی حوزۂ علمیۂ قم کی تشکیل کے صرف چالیس سال بعد یعنی سن تیرہ سو اکیاسی ہجری میں علماء کی تحریک شروع ہوئی یہ چیز بڑے مفہوم کی حامل ہے جب کہ ان چالیس برسوں میں بھی کئی سال بڑی سختیوں کے گزرے ہیں۔

اپریل سن انیس سو ترسٹھ میں جس وقت مدرسۂ فیضیہ کے حادثے پیش آئے طلاب کو مارا پیٹا گیا اور چھتوں سے نیچے پھینک دیا گیا ہم طلبہ امام خمینی کے گھر گئے، میں اس وقت آپ ہی کے سن کا ایک جوان طالب علم تھا۔ حوزۂ علمیہ کے خلاف (پہلوی شاہ) محمد رضا کی گھٹن آمیز حکومتی مشینری نے شمشیر کھینچ رکھی تھی، طلبہ قم کی "ارم اسٹریٹ" سے گزرتے ہوئے ڈرتے تھے، یہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، سڑک کے اس سرے سے اس سرے تک شاہی کمانڈوز شمر کی مانند حملے کر رہے تھے، مارتے پیٹتے سروں سے عمامے چھینتے اور لباس پارہ پارہ کر دیتے خوف و وحشت اور گھٹن کے اس ماحول میں اس دن امام خمینی (رضوان اللہ علیہ) نماز مغربین کے بعد گھر واپس گئے، یہی گھر جو آج قم میں ہے، طلبہ بھی گئے، میں بھی تھا۔ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے رضا خان کے زمانے میں جو گھٹن کی فضا تھی بیان کی کہ کس طرح طلبہ قم سے باہر زندگی بسر کرتے تھے اور کہنے لگے: اس وقت ہم لوگوں نے اس طرح کی زندگی گزاری ہے، وہ لوگ ختم ہو گئے ہم موجود ہیں، اب یہ لوگ ختم ہو جائیں گے تم لوگ یہاں رہو گے۔

یہ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی تھی، وہ پیشین گوئی جو الٰہی وعدے پر استوار تھی۔ خداوند متعال نے وعدہ کیا ہے اگر کوئی جماعت اس کی راہ میں جہاد و استقامت سے کام لے اور ایمان کی حامل ہو یقیناً اپنے مقصد کو پہنچ کے رہے گی۔ الٰہی وعدہ ہے کوئی جھوٹ نہیں ہے، خدائے متعال انسان کے سامنے راہ کھول دیتا ہے اور قدم قدم پر اس کی دستگیری کرتا ہے۔ جب مقصد خدا ہو والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا اس جذبے اور اس ایمان کا اہم ترین فائدہ میدان میں اتر آنا اور کوشش وجد و جہد کرنا ہے۔ جہاں یہ چیز موجود ہوگی بلاشبہ کامیابی ملے گی۔ آج ہم اس بے پناہ اور مسلسل جد و جہد کا کہ خداوند متعال نے جس کا اجر قرار دیا ہے، نتیجہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اسلامی بنیادوں پر اہلبیت علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں ایک حکومت کی تشکیل (اسی کا نتیجہ ہے) کیا یہ کوئی مذاق ہے۔

کیا کسی کے ذہن میں آتا تھا دنیا پر مادیت کے مکمل اقتدار اور حکمرانی کے دور میں طرح طرح کی سامراجی روشوں اور ہتھکنڈوں اور نئی سامراجیت کے پروپیگنڈوں نیز سیاسی معاشی اور اقتصادی حربوں کے مقابل اور وہ بھی دنیا کے اس قدر حساس علاقے میں اچانک ایک قوی و تناور درخت سر بلند کرتا ہے اور وہ بھی اس قدر گہری جڑوں کے ساتھ کہ پچیس سال سے جاری (مشرق و مغرب کے) طوفانی جھکڑ اس کو اپنی جگہ سے نہ اکھاڑ سکے، کوئی معمولی چیز نہیں ہے، عام نگاہوں میں یہ ایک انہونی بات ہے لیکن اسی انہونی چیز کا الٰہی میزان و معیار پر ہونا حتمی تھا اور ہو گیا۔ ہم آج، اپنے آئندہ بیس سالہ پروگرام میں کہہ چکے ہیں کہ بیس سال بعد ہمارے ملک کو مادی ترقی، سیاسی ترقی، اور معنوی اور ثقافتی ارتقاء کے لحاظ سے اس نقطے تک پہنچ جانا ہے۔ وہ تلاش وجد و جہد، جو اس راہ میں کی جا رہی ہے وہاں تک پہنچنا یقینی ہے۔ کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے پھر بھی جیسا کہ ہم نے عرض کیا، یہ پیشقدمی الٰہی ہدایت، مذہبی رہنمائی اور علماء کی قیادت میں بھی ہو سکتی ہے اور اس کے بغیر بھی ممکن ہے۔ اب اگر اس کے بغیر ہوئی تو بھی ہم دنیا کے ترقی

یافتہ ملکوں کی فہرست میں قرار پا جائیں گے ہم سے سو سال پہلے دو سال پہلے بھی دوسرے لوگوں نے یہ ترقیاں حاصل کی تھیں، یہ بھی ابھی تازہ طور پر ابو غریب جیل اور دوسرے جیلوں میں اور دونوں بین الاقوامی جنگوں میں سامراج کا نفرت انگیز چہرہ جو دنیا کے سامنے آیا ہے آخر یہ بھی تو ترقیاں ہیں !! لیکن یہ ترقیاں اگر دین کی رہنمائی میں ہوں تو اس وقت، ایک ایسی چیز میں تبدیل ہو جاتی ہیں کہ جس کو دیکھنے سے اب تک دنیا محروم رہی ہے اور تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی، تہذیب، علم و دانش، مادی ترقیاں، دین و مذہب کی رہنمائی میں تقوے اور فضیلت و معنویت کے ساتھ وہ چیز ہے کہ دنیا نے اس کا ابھی تجربہ نہیں کیا ہے۔ ہم کو دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں سرفہرست پہنچنا ہے۔

آپ دیکھیں، مذہبی رہنماؤں اور آپ جوانوں کا کردار کس قدر اہم ہے، اسی جماعت کے درمیان جو یہاں بیٹھی ہوئی ہے اور وہ ہزاروں جوان طلبہ جو قم میں اور دوسرے دینی حوزوں میں آپ کی طرح مصروف ہیں ان میں بالقوت بڑے بڑے علماء موجود ہیں جو آئندہ انشاء اللہ اس کی تاریخ کا مشاہدہ کریں گے۔ آپ کے درمیان امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی سطح کے افراد ہیں، مراجع عظام کی سطح کے افراد ہیں، مذہب کی راہ میں جہاد کرنے والے بڑے مجاہدین اور مذہب و معنویت کی تاریخ میں مستقبل کی بڑی اور نام آور ہستیاں موجود ہیں اگر کوشش کی تو یہی بالقوت وجود، عملی وجود میں ڈھل جائے گا۔ جس دن ہمارے معاشرے اور ملک میں سو افراد، پانچ سو افراد، ایک ہزار افراد، امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی مانند شخصیت کے حامل ہو جائیں گے آپ دیکھیں گے اس معاشرے میں کیسی عظیم حرکت نظر آتی ہے۔ جس وقت ہمارے معاشرے میں سیکڑوں ایسے افراد موجود ہوں گے کہ جنہیں مذہبی علوم پر تسلط ہو مذہبی منطق اور استدلالی روش سے آشنا ہوں فلسفہ و کلام اور جدید فلسفے پر اس قدر گہری نظر ہو کہ شکوک و شبہات ایجاد کرنے والوں کا منہ بند رکھ سکیں تو آپ دیکھئے گا معاشرے میں کیسے عظیم اتفاقات رونما ہوتے ہیں جب اس جماعت کے ہاتھوں

ہزاروں علمی مقالے رسالے اور کتابیں عالمی سطح پر مختلف زبانوں میں شائع ہوں گی آپ دیکھیں گے کیسا درخشاں آفتاب اس خطۂ ارض سے بلند ہوکر انسانی دنیا کی فکری فضاؤں میں نور افشانی کرتا نظر آتا ہے۔ یہ سب کچھ ہونا ممکن ہے۔ صرف خیال کی باتیں نہیں ہیں، تصور میں بھی نہ لائیے گا کہ کھوکھلی قسم کی وہ آرزوئیں ہیں جن کا عملی ہونا محال ہے۔ جی نہیں! یہ وہ حقیقتیں ہیں جو ہماری دسترس میں ہیں صرف ہاتھ بڑھانے کی ضرورت ہے کہ ان حقیقتوں تک پہنچا اور ان کو اپنے قابو میں لیا جاسکے۔ اس کام کے لئے ہمت کی ضرورت ہے۔ سنجیدگی سے تعلیم حاصل کیجئے وہی نصیحت جو میں ہمیشہ نو جوان طلبہ کو کیا کرتا ہوں۔

وہ علوم جو آج حوزات علمیہ کے اختیار میں ہیں پڑھئے اور پوری جانفشانی کے ساتھ خود کو مقام تحقیق تک پہنچایئے۔ یونہی بیٹھے بیٹھے، کسی کد و کاوش کے بغیر برف کا ڈھیر لگا لینے سے انسان محقق، فقیہ اور فلسفی نہیں ہوجاتا ایک ایک اینٹ برابر سے رکھ کر ستون چنتے ہیں پھر آگے بڑھتے ہیں تب کہیں جا کر اوج نصیب ہوتا ہے۔ علم و تقوی کے میدان میں آپ کے یہاں نورانیت موجود ہے آپ کے قلوب پاک ہیں اور جانیں پاکیزہ ہیں۔ آپ ابھی صاف وشفاف ہیں اس شفافیت کی حفاظت کیجئے گناہ سے دور رہئے خدا کے ذکر و توجہ پر زور دیجئے:

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ مَاٰبًا۔ [1]

جو شخص چاہے خدا کی طرف قدم بڑھائے، خدا سے خود کو آشنا بنائے اور تقرب حاصل کرے۔ نماز میں، اپنے حقیقی معنی میں احساس کرے کہ کسی سے مخاطب ہے اور اس سے بات کر رہا ہے، مدد طلب کر رہا ہے اور اس کی پناہ میں ہے اس سے روشنی اور ہدایت چاہتا ہے فضل و رحمت کا خواہاں ہے ایسے شخص کے لئے پہلا مرحلہ گناہوں سے پرہیز ہے پھر واجبات اور نوافل کی ادائیگی ہے۔ آپ سب جواں ہیں عظیم سرمایے کے مالک ہیں ذرا سا کوشش و ہمت سے کام

---

[1] سورۂ نباء:۳۹

لیں تو آگے بڑھ جائیں گے۔

بنابرایں ! علم وتقوی دو بنیادی ستون ہیں، پاکیزگی، پرہیزگاری، پاکدامنی، علم و آگہی، روشن نظری، روشن خیالی، معاشرے اور دنیا کے مسائل سے واقفیت یہ سب بنیادی ستون ہیں، ممکن ہے ایک انسان عالم اور پرہیزگار بھی ہو لیکن چونکہ دنیا پر نگاہ نہیں رکھتا سر جھکا کر راستے سے گزر جاتا ہے اور یک بیک خود محسوس کرتا ہے کہ اصل راستے سے دور نکل آیا ہے ہمارے درمیان ایسے افراد رہے ہیں بڑے ہی اچھے انسان، مومن و مخلص عالم باعمل لیکن اپنے محاذ کی راہ کھوئے ہوئے۔ اگر انسان کے پاس قطب نما نہ ہو تو راستہ جلدی بھول جاتا ہے۔

آپ میں زیادہ تر جوانوں نے جنگ کا زمانہ نہیں دیکھا۔ محاذ جنگ پر انسان جلد راہ گم کر جاتا ہے ایک دفعہ سوچتا ہے کہ دشمن پر گولیاں چلا رہا ہے لیکن چونکہ صحیح رخ پر کھڑا نہیں ہوتا بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنی ہی فوج پر گولیاں چلا رہا تھا ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ وہ بجائے اس کے کہ اپنی معنوی گولیاں دشمن کی طرف چلائیں اپنی توپوں کے گولے خود اپنے محاذ کی طرف پھینکنے لگتے ہیں خود اپنے مورچے والوں کو جہاں موقع ملا نشانہ بناتے ہیں، ہم نے یہ چیز اپنی انقلابی جدوجہد کے دوران بھی دیکھی ہے اور اس کی وجہ بھی صرف یہ تھی کہ حقیقت سے آگاہ نہیں تھے، غلط فہمیوں کا شکار تھے، لہٰذا علم وآگہی حاصل کرنا ضروری ہے۔

اپنی روشن خیالی اور روشن نظری کی حفاظت کیجئے اور اپنے عزم و ارادہ اور انتھک جستجو کے جذبے کو قوی و مستحکم کیجئے۔ انشاء اللہ خداوند متعال اپنے فضل وعنایات میں روز بروز اضافہ فرمائے آپ تمام مومن و مخلص جوانوں کو حضرت بقیۃ اللہ (ارواحنا فداہ) کی نظر خاص کا مرکز قرار دے اور انشاء اللہ ان بزرگوار کا لطف آپ کے شامل حال رہے اور آپ لوگ آئندہ اسلام و مسلمیں اور ملک کے امور میں بھر پور کردار ادا کریں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ستمبر ۲۰۱۱ء نماز عید میں خطبے

خطبہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم۔ الحمد للہ ربّ العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا ونبیّنا ابی القاسم المصطفیٰ محمد و علی آلہ الطیبین الطھرین المنتجبین سیّما بقیّۃ اللہ فی الارضین۔

میں آپ نماز گزار بہن بھائیوں اور امت مسلمہ کی خدمت میں عید سعید فطر کی تہنیت و تبریک پیش کرتا ہوں اور اس مبارک موقع پر خدا کی بارگاہ میں دست دعا ہوں کہ اِس شریف اور مبارک دن اپنی رحمت اور فضل و کرم کو تمام دنیا کے مسلمانوں کے شامل حال فرمائے، اُن کی ماہ رمضان کی اطاعت وعبادات کو بہترین شکل میں قبول کرے اور اِس دن کو امت مسلمہ کے لئے حقیقی عید قرار دے۔

ماہ رمضان کے قیمتی نتائج!

اِس ماہ مبارک رمضان میں بہت سے لوگوں کو اِس بات کی توفیق وسعادت حاصل ہوئی کہ اُنہوں نے بہت سے قیمتی نتائج کو حاصل کیا اور یہ ایسے نتائج ہیں جو آئندہ ماہ رمضان تک کے تمام عرصے بلکہ بعض مواقع پر اُن کی پوری عمر کے لیے برکت کا سبب ہوں گے۔

کچھ لوگوں نے قرآن سے اُنس والفت کا رشتہ جوڑا، قرآنی تعلیمات سے بہرہ مند ہوئے اور اُن میں تدبر کیا، کچھ لوگوں نے خداوندِ عالم سے مناجات اور اُنس کو اپنے لیے انتخاب کیا

اور اپنے قلوب کو نورانی بنایا۔ لوگوں نے روزہ رکھے اور اور روزوں کے ذریعے اپنے نفس میں ایک خاص قسم کی نورانیت و پاکیزگی پیدا کی اور یہی نورانیت و پاکیزگی اُن کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں بہت ہی برکتوں کا سبب بنے گی۔

نفس کی پاکیزگی ونورانیت کا فائدہ!

نفس کی یہ پاکیزگی و طہارت اور نورانیت انسان کو مثبت فکر اور نیک اندیشی عطا کرتی ہے اور حسد، بخل، تکبر اور شہوت جیسی روحانی بیماریوں سے نفس کو پاک کرتی ہے۔ انسان کے نفس میں نورانیت اور پاکیزگی کا پیدا ہونا معاشرے میں روحانی اور معنوی امن وسکون کے اسباب مہیا کرتا ہے، دلوں کو ایک دوسرے سے قریب کرتا ہے، اہل ایمان کو ایک دوسرے کی نسبت مہربان بناتا ہے اور ایک باایمان معاشرے میں ایک دوسرے کے لئے رحمدلی کے جذبات کو وسعت بخشتا ہے۔ یہ سب ماہ مبارک رمضان کے نتائج ہیں جو کامیاب اور سعادت لوگوں کے شامل حال ہوئے ہیں۔

تقویٰ کا مقصد اپنے نفس کو لگام دینا ہے!

اِس خدائی مہینے کا ایک اور نتیجہ تقویٰ ہے کہ جس کے لیے سورہ بقرہ آیت 183 میں ارشاد پاک ہے: "لعلّکم تَتّقُونَ " شاید تم متقی بنو! کسی شاعر کے بقول " دستی کہ عنان خویش گیرد" یعنی جو ہاتھ اپنی لگام خود تھام لے! تقویٰ کا معنی یہی ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان دوسروں کی لگام ومہار کو اپنے ہاتھوں میں لیتا ہے لیکن اگر ہم اپنی لگام کو تھام سکیں، اپنے آپ کو لگام دے کر مہار کر سکیں اور خود کو بد کنے اور خود کو خداوند عالم کے حرام کردہ کاموں کو انجام دینے اور حدود کو

پامال کرنے سے روک سکیں تو یہ بہت بڑا ہنر ہے۔

تقویٰ کا حقیقی مطلب!

تقویٰ یعنی خدا کی قائم کردہ صراط مستقیم پر حرکت کرنے اور قدم اُٹھانے میں اپنی مراقبت، تقویٰ یعنی علم و معرفت اور بصیرت کے حصول اور اِس علم و معرفت اور بصیرت کی روشنی میں قدم اُٹھانا۔ خوش بختی سے ہمارے معاشرے میں ایسے افراد کی تعداد بہت زیادہ ہے جنہوں نے اِن برکتوں کو کسب کیا ہے۔ مختلف مجالس، تلاوت قرآن، ذکر و دعاؤں کی محفلوں اور شب قدر کے اعمال میں نوجوان مرد و زن اور معاشرے کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ ضیافت الٰہی کے اِس دسترخوان سے بہرہ مند ہوئے۔

ماہ رمضان کے روحانی نتائج کی حفاظت کا عزم!

ایک زمانہ تھا کہ شاعر کہتا تھا:

دستی که عنان خویش گیرد؛
امروز در آستین کسی نیست

وہ ہاتھ جو اپنی لگام خود تھامے
وہ ہاتھ کسی آستین میں موجود نہیں ہے

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اپنی لگام کو تھامنے والے ہاتھ آج بہت زیادہ ہیں۔ لیکن جو چیز یہاں بیان کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم ماہ رمضان کے اِن نتائج کی حفاظت کریں، ماہ رمضان سے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے اُسے محفوظ بنائیں اور اِس بات کا موقع نہ آنے دیں کہ گناہ کی بجلی ماہ

رمضان سے حاصل ہونے والے روحانی نتائج کی فصل کو جلا کر راکھ کر دے۔ ہمیں چاہئے کہ راہ خدا، خدا کی جانب توجہ، نفس کی نورانیت و پاکیزگی، قرآن سے اُنس، خدا سے درددل کرنے اور دل کی باتیں کہنے اور خداوند عالم سے مسلسل رابطہ جوڑنے کے دروازے کو اپنے لیے کھلا رکھیں۔ اگر آپ خدا سے باتیں کریں گے تو خدا بھی اُس کے جواب میں آپ سے باتیں کرے گا۔

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ یعنی تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

خطبہ دوّم

یوم القدس میں بھرپور شرکت کرنے پر امت مسلمہ کا شکریہ

دوسرے خطبے میں ہم اپنی اور دنیا کی موجودہ حالت کی جانب اشارہ کریں گے۔ سب سے پہلے یوم القدس کے مظاہروں میں عوام کی بھرپور شرکت پر اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں اِس قابل نہیں ہوں کہ اپنی قوم کا شکریہ ادا کروں، اِس لیے کہ میں کسی چیز کا مالک و صاحب نہیں ہوں! یوم القدس میں شرکت عوام سے مربوط ہے اور اُنہوں نے اِس راہ میں صحیح قدم اُٹھایا۔ ضروری ہے کہ ہم خدا کا شکر ادا کریں، عوام کی بصیرت اور ہمت و حوصلے کا کہ جو اُس نے ہمارے عوام کے دلوں میں ڈالا ہے۔ اِس سال یوم القدس کے مظاہرے بہت ہی عظیم الشان تھے۔

خطے میں رونما ہونے والے واقعات اِس بات کا سبب بنے کہ دوسری مسلمان اقوام نے سالہائے گذشتہ سے زیادہ اِس سال عالمی سامراج کے خلاف کھل کر اپنی نفرت و بیزاری کا اعلان کیا۔ ہمیں امید ہے کہ خداوند عالم ظالم و خونخوار صہیونیوں کے ظلم و شر سے فلسطینیوں اور خطے کے عوام کو دور فرمائے گا۔

نیک اعمال کی بجا آوری، خدا کی عطا کردہ توفیق ہے

اِسی طرح ماہ رمضان کی روحانی محفلوں میں عوام کی بھرپور شرکت پر ہم خدا کے شاکر ہیں۔ اِن روحانی اجتماعات میں لوگوں کی کثیر تعداد خدا کی رحمت و لطف کی نشانی ہے۔ جب بھی آپ یہ دیکھیں کہ خدا جب آپ کو توفیق دیتا ہے کہ آپ کوئی نیک کام انجام دیں تو خدا کا شکر ادا کریں۔ نیک کام کی بجا آوری اِس بات کی علامت ہے کہ خدا نے آپ پر اپنا لطف و کرم کیا ہے اور آپ پر توجہ کرتا ہے اور آپ کو توفیق دیتا ہے۔ لیکن جب ہمیں کسی نیک کام کی توفیق حاصل نہیں ہوتی ہے تو ہمیں پریشان ہونا چاہیئے، ہمیں خدا کی پناہ طلب کرنی چاہیئے اور یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم سے ایسا کون سا گناہ سرزد ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے خداوند عالم نے نیک اعمال کی بجا آوری کی توفیق کو ہم سے چھین لیا ہے!

اُمت مسلمہ کا اقتدار حاصل کرنا

دنیائے اسلام میں گذشتہ چند ماہ میں بہت سے عظیم واقعات رونما ہوئے کہ جن کے توسط سے اُمت مسلمہ نے اپنی عوامی طاقت کی عظمت و قدرت کو تمام دنیا اور تاریخ کے سامنے پیش کیا۔ اِس سے قبل 32 سال پہلے ایرانی قوم نے اپنی عوامی طاقت و عظمت اور اقتدار کو دکھایا تھا۔ ہماری عوام جان ہتھیلیوں پر رکھ کر میدان عمل میں کودی اور ایک بہت بڑا انقلاب لائی کہ جس نے نہ صرف خطے کی بلکہ ایک معنی میں دنیا کی تاریخ کو تبدیل کر دیا۔

قوموں کی طاقت وقدرت کا سرچشمہ!

آج بھی لوگ میدان عمل میں موجود ہیں۔ خطے کے مختلف اقوام کی میدان عمل میں موجودگی نے بہت سی مسدود راہوں اور بند دروازوں کو کھولا ہے۔کون تصور کرسکتا تھا کہ خطے میں امریکا اور صہیونزم کے چیلے چانٹے یکے بعد دیگرے سقوط کرنے لگیں گے؟!

کون سوچ سکتا تھا کہ کہ ایک ہاتھ ایسا بھی ہے جو اِن بتوں کو پاش پاش کرسکتا ہے؟! لیکن یہ ہاتھ موجود ہے اور یہ قوموں کی طاقت وقدرت کا ہاتھ ہے! سب کو چاہئے کہ امت مسلمہ کو اِس نگاہ وزاویے سے دیکھیں۔

اُمت مسلمہ ایک ایسے ہی مضبوط وتوانا ہاتھ کی مالک ہے کہ جو ذکر الٰہی، تکبیر بلند کرنے اور خدا کے نام کو زبان پر لانے پر بھروسہ کرتا ہے۔اقوام نے یہ اقتدار حاصل کیا اور بہت عظیم کام انجام دیا۔توجہ رہے کہ حکومتوں کی نابودی اور ایجنٹوں کے ہٹ جانے سے مسائل کا خاتمہ نہیں ہوا ہے اور نہ ہی ہوگا۔ یہ تو ایک آغاز ہے، ایک طولانی سفر کا آغاز! یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں اقوام کو بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ہمیں اِس سلسلے میں بہت زیادہ تجربات حاصل ہیں۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی اور حکومت کی تشکیل کے بعد منافق اور دوست کے لبادے میں دشمن اپنے اپنے بلوں سے نکل آئے تاکہ راہ نفوذ حاصل کرسکیں اور حربوں اور چالوں سے انقلاب پر قبضہ کرسکیں اور موجودہ حالات کو اپنے مفادات کیلئے استعمال کریں۔لیکن قوم کی ہوشیاری اور امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی رہبری وقیادت نے ایسا ہونے نہیں دیا۔

انقلابی مسلمان ہوشیار رہیں!

مصر، لیبیا، تیونس اور یمن سمیت دوسرے ممالک میں مسلمانوں کو اِسی ہوشیاری کی

اشد ضرورت ہے۔ وہ اِس بات کا موقع نہ آنے دیں کہ اُنہیں حاصل ہونے والی تاریخی کامیابی کو دشمن اغوا کر لے۔ وہ یہ بات اچھی طرح جان لیں اور فراموش نہ کریں کہ جو لوگ آج لیبیا کی سیاست میں آگے آگے ہیں اور خود کو اہل سیاست اور تمام مسائل و انقلاب کا مالک و مختار قرار دیتے ہیں، یہ وہی افراد ہیں جو چند دن قبل تک لیبیائی قوم پر ظلم و ستم کرنے والے افراد کے ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے! آج یہ لوگ میدان میں کود پڑے ہیں اور حالات کو اپنے مفادات کے تحفظ میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ قوموں کو ہوشیار و بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔

بحرین کی مظلوم عوام پر ظلم و جفا اور غریب صومالیہ کی صورتحال!

ایک اور بات یہ ہے کہ ہم بحرین کی داخلی صورتحال سے بہت پریشان ہیں، اِس لیے کہ بحرینی عوام پر ظلم و جفا ہو رہا ہے۔ اُن سے وعدے کیے جاتے ہیں لیکن اُن میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں ہوتا۔ بحرینی قوم ایک مظلوم قوم ہے۔ لیکن یاد رکھے کہ ہر حرکت و قدم اُس وقت خدا کے لیے ہوتا ہے جب انسان کا مصمم عزم و ارادہ اُس کے ہمراہ ہو۔ بحرینی عوام کی یہ تحریک یقیناً کامیاب ہوگی۔ یہ قانون فطرت تمام جگہ صادق آئے گا اور بحرین میں بھی پورا ہو کر رہے گا۔

آخری نکتہ صومالیہ کے بارے میں ہے کہ موجودہ حالات میں ہمارے دل کو لاحق سب سے بڑی پریشانی اور غم، صومالی عوام کا ہے۔ ہماری عوام نے الحمد للہ بہت مدد کی لیکن اِس سے بھی زیادہ ان کی امداد کرنی چاہیئے تا کہ اُن کی یہ پریشانی برطرف ہو جائے۔

والسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سال نو ۱۳۹۱ ہجری شمسی پر قوم سے خطاب

(بمطابق سال ۲۰۱۲، ۲۰۱۳ء)

رہبر انقلاب اسلامی نے نئے ہجری شمسی سال میں منعقد ہونے والے صدارتی انتخابات کے بارے میں فرمایا کہ ایران کے عوام ان انتخابات میں بھرپور شرکت کر کے اس میدان میں بھی اپنی اور اپنے ملک کے اچھے مستقبل کی ضمانت فراہم کر دیں گے۔

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یَا مُقَلِّبَ الۡقُلُوۡبِ وَ الۡاَبۡصَارِ یَا مُدَبِّرَ اللَّیۡلِ وَ النَّهَارِ یَا مُحَوِّلَ الۡحَوۡلِ وَ الۡاَحۡوَالِ حَوِّلۡ حَالَنَا اِلٰی اَحۡسَنِ الۡحَالِ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی حَبِیۡبَتِكَ سَیِّدَةِ نِسَآءِ الۡعَالَمِیۡنَ فَاطِمَةَ بِنۡتِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَ اٰلِهٖ.

اَللّٰهُمَّ کُنۡ لِوَلِیِّكَ الۡحُجَّةِ بۡنِ الۡحَسَنِ، صَلَوَاتُكَ عَلَیۡهِ وَ عَلٰی اٰبَآئِهٖ، فِیۡ هٰذِهِ السَّاعَةِ، وَ فِیۡ کُلِّ سَاعَةٍ، وَلِیًّا وَّ حَافِظًا، وَ قَآئِدًا وَّ نَاصِرًا، وَ دَلِیۡلًا وَّ عَیۡنًا، حَتّٰی تُسۡکِنَهٗ اَرۡضَكَ طَوۡعًا، وَ تُمَتِّعَهٗ فِیۡهَا طَوِیۡلًا.

اَللّٰهُمَّ اَعۡطِهٖ فِیۡ نَفۡسِهٖ وَ ذُرِّیَّتِهٖ وَ شِیۡعَتِهٖ وَ رَعِیَّتِهٖ وَ خَاصَّتِهٖ وَ عَامَّتِهٖ وَ عَدُوِّهٖ وَ جَمِیۡعِ اَهۡلِ الدُّنۡیَا مَا تَقَرُّ بِهٖ عَیۡنُهٗ وَ تَسُرُّ بِهٖ نَفۡسُهٗ.

تبریک و تہنیت پیش کرتا ہوں ملک بھر میں بسنے والے اپنے تمام ہم وطنوں، دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ایرانیوں اور ان تمام اقوام کو جو عید نوروز مناتی ہیں۔ خاص طور پر اپنے عزیز ایثار

گروں (دفاع وطن کے لئے محاذ جنگ پر جانے والے افراد) شہداء کے اہل خانہ، جانبازوں (دفاع وطن کے لئے مجاہدت کے دوران زخمی ہوکر جسمانی طور پر معذور ہو جانے والے افراد) ان کے اہل خانہ اوران تمام افراد کو جو اسلامی نظام اور وطن عزیز کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس دن اور سال کے اس نقطہ آغاز کو ہماری قوم کے لئے اور تمام مسلمین عالم کے لئے نشاط و شادمانی اور بہتر حالات کا سرچشمہ قرار دیگا اور ہمیں اپنے فرائض کی انجام دہی میں کامیاب و کامران فرمائے گا۔ اپنے عزیز اہل وطن کی توجہ اس نکتے کی جانب مبذول کرانا چاہوں گا کہ ایام عید کے اواسط میں ایام فاطمیہ ہیں اور ایام فاطمیہ کی تعظیم وتکریم ہم سب کے لئے لازم ہے۔

تحویل سال کی ساعت اور گھڑی درحقیقت ایک اختتام اور ایک آغاز کا درمیانی فاصلہ ہے، گزشتہ سال کا اختتام اور سال نو کا آغاز۔ البتہ بنیادی طور پر تو ہماری توجہ مستقبل کی طرف مرکوز رہنی چاہئے، سال نو کو دیکھنا چاہئے اور اس کے لئے خود کو آمادہ کرنا اور ضروری منصوبہ بندی کرنا چاہئے لیکن پیچھے مڑ کر ایک نظر اس راستے پر ڈال لینا بھی ہمارے لئے مفید ہے جو ہم نے طے کیا ہے تاکہ ہم محاسبہ کر سکیں کہ کیا کیا اور کس انداز سے یہ سفر طے کیا ہے اور ہمارے کاموں کے نتائج کیا نکلے؟ ہم اس سے سبق لیں اور تجربہ حاصل کریں۔

91 کا سال (تیرہ سو اکانوے ہجری شمسی مطابق 2012-2013 عیسوی) بڑے تنوع کا سال اور گوناگوں رنگوں اور نقوش کا سال رہا۔ شیریں تغیرات بھی رہے، تلخ واقعات بھی ہوئے، کامیابیاں بھی ملیں اور کہیں ہم پیچھے بھی رہ گئے۔ انسان کی پوری زندگی اسی طرح گزرتی ہے، اتار چڑھاؤ اور نشیب و فراز آتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم نشیب سے باہر نکلیں اور خود کو بلندی پر پہنچائیں۔

سنہ 91 ہجری شمسی کے دوران عالم استکبار سے ہماری مقابلہ آرائی کے اعتبار سے جو چیز سب سے عیاں اور آشکار رہی وہ ملت ایران اور اسلامی نظام کے خلاف دشمن کی سخت گیری تھی۔

البتہ قضیئے کا ظاہری پہلو دشمن کی سخت گیری کا تھا لیکن اس کا باطنی پہلو ملت ایران کے اندر پیدا ہونے والی مزید پختگی اور مختلف میدانوں میں حاصل ہونے والی کامیابیوں سے عبارت تھا۔ ہمارے دشمنوں کے نشانے پر مختلف میدان اور شعبے تھے تاہم بنیادی طور پر اقتصادی اور سیاسی شعبے ان کے اصلی نشانے تھے۔ اقتصادی میدان میں انہوں نے کہا اور واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ پابندیوں کے ذریعے ایرانی عوام کی کمر توڑ دینا چاہتے ہیں لیکن وہ ملت ایران کی کمر نہیں توڑ پائے اور فضل پروردگار اور توفیق خداوندی سے ہم مختلف میدانوں میں قابل قدر پیشرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، جس کی تفصیلات عوام کے سامنے بیان کی گئی ہیں اور آئندہ بھی بیان کی جائیں گی۔ میں بھی انشاء اللہ اگر زندگی رہی تو پہلی فروردین (21 مارچ) کی اپنی تقریر میں اجمالی طور پر کچھ معروضات پیش کروں گا۔

اقتصادی شعبے میں بیشک عوام پر دباؤ پڑا، مشکلات پیدا ہوئیں، خاص طور پر اس لئے بھی کہ کچھ داخلی خامیاں بھی موجود تھیں، کچھ کوتاہیاں ہوئیں اور تساہلی برتی گئی جس سے دشمن کی سازشوں کو مدد ملی، لیکن مجموعی طور پر اسلامی نظام اور تمام عوام کی حرکت درحقیقت آگے کی سمت بڑھنے والا قدم ہے اور انشاء اللہ اس محنت کے ثمرات اور نتائج مستقبل میں ہم دیکھیں گے۔

سیاست کے میدان میں ایک طرف تو ان کی کوشش یہ تھی کہ ملت ایران کو تنہا کر دیں اور دوسری طرف ایرانی عوام کے اندر شک و تردد کی کیفیت پیدا کر دیں، ان کی قوت ارادی کو کمزور اور بلند حوصلے کو پست کر دیں۔ لیکن اس کے برعکس ہوا اور نتیجہ اس کے بالکل برخلاف نکلا۔ ملت ایران کو الگ تھلگ کرنے کا جہاں تک تعلق ہے تو نہ فقط یہ کہ ہماری علاقائی و عالمی سیاست کا دائرہ محدود نہیں ہوا بلکہ تہران میں دنیا کے ممالک کے سربراہوں اور عہدیداروں کی کثیر تعداد کی شرکت سے ناوابستہ تحریک کے اجلاس کے انعقاد جیسے نمونے سامنے آئے اور دشمنوں کی خواہش کے برخلاف تبدیلیاں ہوئیں اور ثابت ہو گیا کہ اسلامی جمہوریہ نہ فقط یہ کہ تنہا نہیں ہے بلکہ اسلامی جمہوریہ،

ایران اسلامی اور ہماری عزیز قوم کو دنیا میں خاص احترام و تعظیم کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

داخلی مسائل کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہمارے عزیز عوام نے جب احساسات و جذبات کے اظہار کا موقعہ آیا اور اس کا امکان ہوا، خاص طور پر 22 بہمن سنہ 91 (دس فروری 2013، اسلامی انقلاب کی فتح کی سالگرہ) کے موقعے پر اپنے جوش و جذبے کا کما حقہ اظہار کیا۔ گزشتہ برسوں سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ عوام میدان میں آئے۔ اس کا ایک نمونہ پابندیوں کے اوج کے زمانے میں صوبہ خراسان شمالی کے عوام کا (صوبے کے دورے کے موقعے پر قائد انقلاب اسلامی کے تاریخی استقبال کے لئے) میدان میں آنا تھا، جو اسلامی نظام کے تئیں اور خدمت گزار حکام کے تعلق سے عوام کے احساسات و جذبات کا آئینہ تھا۔ اس سال کے اندر بحمد اللہ کئی بڑے کام انجام پائے، علمی کاوشیں، بنیادی کام اور عوام و حکام کی طرف سے وسیع کوششیں دیکھنے میں آئیں۔ بحمد اللہ تیز رفتاری سے آگے بڑھنے بلکہ جست لگانے کے لئے زمین ہموار ہوئی ہے؛ اقتصادی شعبے میں بھی، سیاسی شعبے میں بھی اور دیگر حیاتی شعبوں میں بھی۔

92 (ہجری شمسی، 21 مارچ 2013 الی 20 مارچ 2014) کا سال لطف پروردگار اور مسلمان عوام کی بلند ہمتی سے جو امید افزا اُفق نمایاں ہوئے ہیں انہی کے مطابق ملت ایران کی مزید پختگی، تحرک اور پیشرفت کا سال ثابت ہوگا۔ اس معنی میں نہیں کہ دشمنوں کی مخاصمت میں کوئی کمی آ جائیگی بلکہ اس معنی میں کہ ارانی قوم کی آمادگی محکم، اس کی شراکت مزید موثر اور اپنے ہاتھوں سے اور اپنے بھر پور عزم و حوصلے کے ذریعے مستقبل کی تعمیر کا عمل انشاء اللہ مزید بہتر اور امید بخش ہوگا۔ البتہ سنہ 92 (ہجری شمسی) میں جو چیلنج ہمارے سامنے ہیں بنیادی طور پر ان کا تعلق انہی دونوں اہم میدانوں یعنی اقتصاد و سیاست سے ہے۔ اقتصادی شعبے میں ہمیں قومی پیداوار پر توجہ بڑھانی ہے، جیسا کہ گزشتہ سال کے نعرے میں نشاندہی کی گئی تھی۔

بیشک بہت سے کام انجام پائے ہیں لیکن قومی پیداوار کی ترویج اور ایرانی سرمائے اور

کام کی حمایت ایک دراز مدتی مسئلہ ہے جو ایک سال میں مکمل نہیں ہوسکتا۔ خوش قسمتی سے سنہ 91 (ہجری شمسی) کی دوسری ششماہی کے دوران قومی پیداوار کی پالیسیوں کی منظوری اور ابلاغ کا عمل انجام پایا، یعنی درحقیقت پٹری بچھانے کا کام مکمل ہوگیا اور اب پارلیمنٹ اور مجریہ اسی کی اساس پر منصوبہ بندی اور بہترین حرکت کا آغاز کرسکتی ہیں اور بفضل پروردگار بلند ہمتی اور لگن کے ساتھ آگے بڑھ سکتی ہیں۔

سیاسی امور کے میدان میں سنہ 92 (ہجری شمسی) کا ایک اہم مرحلہ صدارتی انتخابات کا ہے، جو درحقیقت آئندہ چار سال کے لئے سیاسی و اجرائی مسائل اور ایک اعتبار سے عمومی امور مملکت کی سمت و جہت کا تعین کرے گا۔ انشاء اللہ عوام اس میدان میں بھی اپنی بھرپور شرکت کے ذریعے وطن عزیز کی خاطر اور اپنے لئے بہترین افق کا تعین کریں گے۔ البتہ ضروری ہے کہ اقتصادی شعبے میں بھی اور سیاسی شعبے میں بھی عوام کی شراکت مجاہدانہ ہو۔ جوش و جذبے کے ساتھ میدان میں قدم رکھا جائے، بلند ہمتی اور پرامید نگاہ کے ساتھ میدان میں وارد ہوا جائے، نشاط و امید سے معمور دل کے ساتھ میدانوں میں اترا جائے اور شجاعانہ انداز میں اپنے اہداف تک پہنچا جائے۔

اس زاویہ نگاہ کے ساتھ میں سنہ 92 (ہجری شمسی) کو سیاسی اور اقتصادی جہاد کے سال سے معنون کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس سال بفضل پروردگار ہمارے عزیز عوام اور ملک کے ہمدرد حکام کے ہاتھوں اقتصادی و سیاسی جہاد انجام پائے گا۔

پروردگار کی عنایات اور حضرت بقیۃ اللہ (ارواحنا فداہ) کی دعائے خیر کی امید کرتا ہوں اور عظیم الشان امام (خمینی رحمۃ اللہ علیہ) اور شہدائے گرامی کی ارواح مطہرہ پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دہشت گردی کے خلاف عالمی کانفرنس سے خطاب

مہمانان گرامی اور حاضرین محترم! آپ سب کا میں شکر گزار ہوں جو بشریت کی بہت بڑی مصیبت یعنی دہشت گردی کے مسئلے کا جائزہ لینے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ میں آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ تجزیئے اور تحلیل کا یہ عمل، جس کا جاری رہنا اور عالمی برادری کی سطح پر آگاہانہ عزم اور مخلصانہ مساعی پر منتج ہونا بلا شبہ بہت اہم ہے، دہشت گردی کے سد باب اور اس دردناک مصیبت سے انسانیت کی نجات کی سمت میں انشاء اللہ ایک بنیادی قدم قرار پائے گا۔ ہم نصرت الہی اور ہدایت خداوندی پر تکیہ کرتے ہوئے قوی امید کے ساتھ اس مہم کو آگے بڑھائیں گے اور سچے ہمدردوں اور فریضہ شناس افراد کے تعاون سے پیش قدمی کریں گے۔

دہشت گردی کوئی بالکل نئی اور حالیہ زمانے میں رونما ہونے والی شئے نہیں ہے۔ تاہم تباہ کن اسلحے کی پیداوار اور المناک قتل عام کا راستہ آسان ہو جانے کے نتیجے میں یہ مذموم شئے سیکڑوں گنا زیادہ ہولناک اور خطرناک بن گئی ہے۔

دوسرا اہم اور ہولناک نکتہ توسیع پسند طاقتوں کے شیطانی عزائم ہیں جنہوں نے دہشت گردی کو اپنے ناجائز اہداف کے حصول کے لئے اپنی پالیسیوں اور منصوبہ بندیوں میں ایک اہم حربے کے طور پر شامل کر رکھا ہے۔

ہمارے علاقے کی قوموں کی تاریخ کبھی بھی فراموش نہیں کرے گی کہ سامراجی حکومتوں نے کس طرح فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کرنے اور مظلوم قوم کو اس کے گھر بار سے بے دخل کرنے کے لئے عالمی صیہونی ایجنسی جیسے گستاخ دہشت گرد گینگ بنائے اور اسی قسم کے دس سے زیادہ گروہوں کی باقاعدہ مدد کی جس کے نتیجے میں دیر یاسین جیسے المیئے رونما ہوئے۔

صیہونی حکومت اپنی پیدائش کے وقت سے آج تک فلسطین کے اندر اور باہر اعلانیہ دہشت گردانہ کارروائیاں انجام دیتی رہی اور وہ نہایت بے شرمی سے برملا اس کا اظہار بھی کرتی رہی ہے۔ صیہونی حکومت کے سابق اور موجودہ حکام دہشت گردی کی اپنی تاریخ اور بسا اوقات قتل کی وارداتوں میں اپنی باقاعدہ شمولیت پر فخر کرتے ہیں۔

دوسری مثال ریاستہائے متحدہ امریکہ کی حکومت کی ہے جس نے گزشتہ چند عشروں کے دوران اس علاقے میں دہشت گردانہ کارروائیوں کی طویل فہرست اور منظم دہشت گردانہ تنظیموں کی مالیاتی و اسلحہ جاتی امداد میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ افغانستان اور پاکستان کے دیہی اور محروم علاقوں میں نہتے خاندانوں پر بغیر پائلٹ کے طیاروں سے حملے جن سے کئی بار شادی کا جشن سوگ میں بدل گیا، عراق میں بلیک واٹر کی مجرمانہ کارروائیاں، عراقی شہریوں اور علمی ہستیوں کا قتل عام، ایران، عراق اور پاکستان میں بم حملے کرنے والے گروہوں کی مدد، موساد کی مدد سے ایران میں ایٹمی سائنسدانوں کا قتل، خلیج فارس میں ایران کے مسافر طیارے کو نشانہ بنانا اور تقریباً تین سو مسافر بچوں، عورتوں اور مردوں کا بہیمانہ قتل عام اس شرمناک اور ناقابل فراموش فہرست کی محض چند مثالیں ہیں۔

امریکہ، برطانیہ اور بعض دیگر مغربی حکومتوں نے دہشت گردانہ کارروائیوں کے سلسلے میں اپنے سیاہ اور قابل مذمت ریکارڈ کے باوجود دہشت گردی سے مقابلے کا دعوی بھی اپنے بے بنیاد دعوؤں میں شامل کر لیا ہے۔ جن دہشت گردوں نے انیس سو اسی کے عشرے میں ہزاروں افراد کو سفاکانہ انداز میں موت کے گھاٹ اتار دیا، ایک کارروائی میں ملک کی بہتر علمی و سیاسی شخصیات اور اعلی حکام کو قتل کر دیا اور ایک دوسرے واقعے میں ہمارے ملک کے صدر اور وزیر اعظم کو شہید کر دیا، آج یورپی حکومتوں اور عہدیداروں کی انہیں حمایت حاصل ہے اور انہی کی حمایت میں وہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اس کارستانیوں کے بعد دہشت گردی سے مقابلے کا دعوی انتہائی بے شرمانہ معلوم ہوتا

ہے۔ امریکہ اور اس کی پیروکار یورپی حکومتیں ایسے عالم میں فلسطین کی مجاہد تنظیموں کو جو اپنی سرزمین کی نجات کے لئے انتہائی مظلومیت کے ساتھ جدو جہد کر رہی ہیں، دہشت گرد قرار دیتی ہیں۔ دہشت گردی کی یہ گمراہ کن تعریف بھی آج کی دنیا میں دہشت گردی کی آفت کی ایک بنیادی وجہ ہے۔تسلط پسندانہ نظام کے عمائدین کی نگاہ میں دہشت گردی ہر وہ عمل ہے جو ان کے ناجائز مفادات کو خطرے میں ڈال دے۔ وہ ایسے مجاہدین کو جو غاصب اور مداخلت پسند طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے اپنے حق کو استعمال کرتے ہیں، دہشت گرد قرار دیتے ہیں لیکن اپنے خبیث مہروں کو جو بے گناہ عوام کی جان اور سلامتی کے لئے مصیبت بنے ہوئے ہیں، دہشت گرد ماننے کو تیار نہیں ہیں۔

آپ کی اس نشست کا ایک کلیدی کام دہشت گردی کی دقیق اور واضح تعریف کرنا ہو سکتا ہے۔ہم اسلامی تعلیمات پر تکیہ کرتے ہوئے جن میں انسانی وقار کو سرفہرست رکھا گیا ہے اور جن میں ایک بے گناہ انسان کے قتل کو تمام انسانوں کے قتل عام کے برابر قرار دیا گیا ہے، ہم ایک ایسی قوم کی حیثیت سے جسے گزشتہ تین عشروں کے دوران بہیمانہ دہشت گردی سے سنگین نقصانات اٹھانے پڑے ہیں، اس شیطانی لعنت کے خلاف جدو جہد کو ایسا فریضہ سمجھتے ہیں جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور اس عظیم جنگ کے سلسلے میں ہم اپنی سعی و کوشش کو" بحول اللہ وقوتہ" پوری توانائی کے ساتھ جاری رکھیں گے۔

والسلام علیکم وعلی عباد اللہ الصالحین

"شہرود" کی عوام سے خطاب

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

خداوند متعال کا شکر گذار ہوں اور دل کی گہرائیوں سے خوش حال ہوں کہ مجھے توفیق حاصل ہوئی کہ ایک بار پھر شاہرود کے عزیز، زندہ دل اور ہشاش و بشاش عوام کے درمیان حاضر ہوں اور ہمیشہ کی طرح آپ کے عظیم اور پر جوش اجتماع کا نظارہ کروں۔ ایک بار پھر یہاں کے لوگوں کی دیرینہ محبت، صفا اور ایمان کے مظاہر کو نزدیک سے مشاہدہ کروں۔

خواہ وہ طاغوت سے پیکار کا دور ہو یا اسلامی انقلاب کی کامیابی کا دور یا مشہد میں ہماری طالب علمی کا زمانہ یا اس کے بعد مسلط کردہ جنگ کا دور، غرض ہم نے ہر دور میں ہر ادارے، انقلاب اور عمل کے میدان میں شاہرودی عوام کو ان خصوصیات کا حامل پایا ہے، دیندار، زندہ دل، پر جوش، اہل عمل، علم دوست، اسلامی اور دینی اقدار کے پابند، آج جب کہ اسلامی انقلاب کی کامیابی کو کئی سال بیت چکے ہیں اور ہمارا ملک گذشتہ سالوں میں طرح طرح کے تجربات سے گذر چکا ہے، شاہرود کے عوام کو یہاں کے مرد و عورت، بوڑھے اور جوان اور مختلف طبقات سے وابستہ افراد کو انہیں خصوصیات کا حامل پاتے ہیں؛ باعظمت شہر، زندہ دل لوگ، پاک و پاکیزہ دل۔ یقیناً ضلع شاہرود کے عوام کی اخلاقی تربیت میں یہاں کے دین و اخلاق کے اساتذہ کا نمایاں کردار ہے۔ دین و اخلاق کے برجستہ علماء و اساتذہ نے یہاں کے عوام پر ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں، چاہے ان علماء کا تعلق شاہرود سے رہا ہو یا اس کے گرد و نواح سے، خواہ ماضی کے علماء ہوں یا وہ علماء جو ہمارے ہم عصر تھے اور ہم نے انہیں نزدیک سے دیکھا۔ ہماری جوانی کے زمانے میں یہاں کے ممتاز علماء کا نام ہر عام و خاص کی زبان پر جاری تھا، مرحوم آیۃ اللہ

العظمیٰ شاہرودی جو مرجعِ تقلید اور حوزہ علمیہ نجف کے نامور استاد تھے؛ مرحوم آیۃ اللہ آقا شیخ آقا بزرگ شاہرودی جو ایک ممتاز علمی شخصیت اور شاہرود کے رہنے والے تھے؛ اس سے قبل ہم نے مشہد میں ایک اور برجستہ عالم دین کا نام بہت سنا تھا جن کا نام نامی سید عباس شاہرودی تھا موصوف یہاں کے ایک باتقویٰ اور پرہیزگار عالم دین مرحوم آقای حاج آقا حسین شاہرودی کے چچا تھے جن کا چند برس پہلے انتقال ہوا ہے؛ انقلاب کے زمانے تک کی بات کریں تو مرحوم توحیدی کا نام سامنے آتا ہے جو ایک برجستہ و ممتاز اور سرگرم شخصیت کے مالک تھے؛ اور اگر ان سے قدرے جوان طبقے کی بات کریں تو مرحوم آقا طاہری اور بہت سے دیگر علماء کا نام سامنے آتا ہے، یہ علماء پرور سرزمین ہے، دین و اخلاق کے اساتذہ کی سرزمین، ماضی میں بھی بایزید بسطامی اور ابوالحسن خرقانی کا نام تمام مسلمانوں، اسلامی تعلیمات اور معارف سے آشنائی رکھنے والے، بلکہ غیر مسلموں نے بھی سن رکھا ہے۔ البتہ بایزید اور ابوالحسن خرقانی جیسے افراد کو، تصوف و عرفان کا نام نہاد دم بھرنے والوں سے الگ رکھنے کی ضرورت ہے۔ ان کا ماجرا، ان کی داستان الگ ہے۔

یہ نکتہ کافی اہمیت کا حامل ہے کہ اس خطے نے دین اور اخلاق کے اس قدر ممتاز اور برجستہ اساتذہ کی تربیت کیوں کر کی ہے؟ یہ محض ایک اتفاق نہیں ہے؛ بلکہ اس سرزمین کے لوگوں میں پائے جانے والے دیرینہ خلق و خو کی علامت ہے؛ معنوی مسائل کا رجحان، اسلامی اور اخلاقی قدروں پر یقین اور اعتقاد، یہاں کے عوام کی رگوں میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ میں ان مطالب کو اس لئے نہیں عرض کر رہا ہوں کہ شاہرود کے عوام کو اچھا لگے؛ وہ خود بھی بخوبی اس سے واقف ہیں۔ بزرگوں اور آباء و اجداد کی فضیلتوں اور کارناموں کے تذکرے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم ان پر فخر و مباہات کریں، بلکہ اس تذکرے کا ایک دوسرا اہم مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کوئی قوم اور اجتماع، اپنے وطن کی بنیادی قدروں سے آگاہ ہو، اپنی صلاحیتوں کو پہچان لے، اپنی اخلاقی اور انسانی قدروں سے روشناس ہو، تو ایسے لوگ ان مشکلات کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکتے جو

دوسروں کی پیدا کردہ ہوں۔ اس قوم اور اجتماع کا مستقبل ایک روشن اور تابناک مستقبل ہے۔

سالہا سال، شاید دسیوں سال سے سامراجی طاقتوں کی یہی کوشش تھی کہ ایرانی قوم کو اپنے آپ سے، اپنی قدروں اور اپنے ماضی سے بیگانہ بنایا جا سکے۔ ہماری پہلی نسل کے روشن فکروں کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ وہ مغربی فکر و ثقافت کے مروج تھے۔ انہوں نے ایرانی قوم سے یہی بیان کیا اور اس پر اصرار کیا، اسے بار بار دہرایا کہ تم کچھ نہیں ہو، تمہاری قدریں، تمہارے عقائد، تمہارا ماضی، تمہارے بزرگوں کی تاریخ کی کوئی قیمت نہیں اور اس طریقے سے ایک نسل کو اپنے سے بیگانہ کرنے میں کامیاب ہوئے جس نے رضا خان جیسے مغرور کی ظالم اور پٹھو حکومت کو قبول کرلیا۔ یہ وہ سلوک ہے جو دشمنوں نے سالہا سال اس قوم سے روا رکھا۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی پر منتج ہونے والے برسوں کے دوران، عوام اور علماء کی عظیم اسلامی تحریک کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو، ان کی پہچان، ان کی استعداد، ان کے ماضی اور تاریخ کے بارے میں خوشبین کیا جائے اور جھوٹ وگمان کے اس پردے کو چاک کیا جائے جو دشمنوں نے ہمارے قومی یقین و اعتماد پر ڈال رکھا تھا؛ انہیں اس میں کامیابی بھی نصیب ہوئی۔ شاہرود ان شہروں میں سے تھا کہ جہاں کے عوام اور نوجوانوں نے اس کا استقبال کیا۔ طاغوتی حکومت کے خلاف تحریک کے دوران، شاہرود سے میرا نزدیکی رابطہ رہا ہے۔ ہمارے دوست واحباب، ہمارے ہمسفر جب بھی شاہرود آتے تھے یہاں کے نوجوان نہایت گرمجوشی سے ان کا استقبال کرتے تھے؛ اس شہر کی مساجد میں ایسے جلسات کثرت سے منعقد ہوتے تھے جہاں انقلاب کے مبانی اور مفاہیم نیز اسلامی تحریک سے مربوط مسائل پر بحث و گفتگو ہوا کرتی تھی۔ خداوند متعال، مرحوم جناب توحیدی اور اس شہر کے بعض دیگر علماء پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو ان نوجوانوں کی راہنمائی کرتے تھے اور مجھ سے بھی رابطے میں تھے۔ اس شہر کے کچھ پر جوش اور مومن نوجوان مشھد میں ہم سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھے۔ مجھے بھی اس دوران کئی بار شاہرود

آنے کا موقع ملا۔ انقلابی تحریک کے عروج کے زمانے میں، میں نے ایک شب شاہرود کے پرجوش اور مومن نوجوانوں کے درمیان بسر کی، یہ تجربات انسان کی یاد سے نہیں جاتے۔ شاہرود کے لوگو! آپ بھائیوں اور بہنوں اور قابل احترام اور عزیز خاندانوں نے آٹھ سالہ مقدس دفاع کے دوران بھی اچھا امتحان دیا۔ اس ضلع کے زیادہ تر شہداء کا تعلق شاہرود سے ہے۔ مسلح افواج اور جانبازوں کی بعض ممتاز اور برجستہ شخصیات کا تعلق اس خطے، اس شہر اور اس کے گرد و نواح سے ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ لوگ اس ملک کے مستقبل میں بھی اپنا وہی نمایاں کردار ادا کریں گے جو آپ نے ماضی میں ادا کیا اور اب تک اسے ادا کر رہے ہیں۔

پوری ایرانی قوم اور آپ عزیز عوام یہ جان لیں کہ اسلام اور کفر و استکبار کے محاذ میں جاری پیکار میں اسلام و ایمان کے محاذ کی کامیابیاں، باطل کے محاذ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں خوش قسمتی سے ہماری قوم کی آگاہی و ہوشیاری نے ان کے لئے ان شرائط و حالات کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ مسئلہ صرف ایران کا نہیں ہے؛ مسئلہ اسلامی تحریک کا ہے اور ایرانی قوم اس تحریک کی پرچمدار ہے۔ ایرانی عوام نے جس دن اس اسلامی تحریک کا آغاز کیا تھا اس کی نیت ایک عالمی تحریک کی نہیں تھی بلکہ ملک و ملت کا درد رکھنے والے بعض افراد نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، حق کا دفاع کرنے اور ظلم اور ناانصافی کے خلاف قیام کرنے کے بارے میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے جو فرض سمجھا اسے انجام دیا، ہمارے عزیز امام (رضوان اللہ علیہ) نے بارہا اس نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ آپ جن حالات میں جو فریضہ سمجھتے تھے اسے انجام دیتے تھے اور اس راہ پر قدم اٹھاتے تھے؛ مشکلات آپ کو پیچھے نہیں دھکیلتی تھیں، تحریک چلانے والوں، اس راہ میں لڑنے والوں اور ایرانی عوام کا قصد یہ تھا اس ملک کی مشکلات اور مسائل کا ازالہ کریں۔ لیکن حق بات کا خاصہ یہ ہے کہ پوری دنیا کے مشتاق دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیتی ہے۔

ایرانی قوم کا انقلاب، اسلامی دنیا کے مختلف خطوں کے مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوا اور انہیں برے طریقے سے جھنجھوڑا؛ بہت سوں کو نیند سے جگایا اور جوان نسل کو ان اہداف و مقاصد کی طرف متوجہ کیا جن کا حصول ممکن تھا۔ لہٰذا یہ تحریک ایک اسلامی تحریک قرار پائی۔ ہمیں ملکوں کے داخلی معاملات سے کچھ لینا دینا نہیں۔ فلسطین، لبنان اور عراق کی تحریکیں، ایرانی حکومت اور عوام کے ذریعہ نہیں چلائی جا رہی ہیں؛ لیکن یہ آپ لوگوں کی تحریک، آپ نوجوانوں کی استقامت اور آپ خاندانوں کا صبر ہی تھا جس نے فلسطینی قوم کو بیدار کیا؛ جس نے لبنان کے مومن جوانوں کو وہ قدرت عطا کی اور ان میں وہ روح پھونک دی کہ جس کی وجہ سے انہوں نے ایک ایسی فوج کا اس طرح جم کر مقابلہ کیا اور اسے ایسی شکست سے دوچار کیا جو ایک ظالم فوج تھی، جو اسلحے سے پوری طرح لیس تھی، جسے امریکہ کی مکمل حمایت اور پشت پناہی حاصل تھی۔ اگرچہ میداں کارزار میں، حزب اللہ اور لبنانی قوم برسرپیکار تھے لیکن دنیا کے صاحبان فکر و نظر کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ اس معرکے میں ایرانی قوم کو کامیابی نصیب ہوئی۔ آج اسلامی دنیا میں جہاں کہیں بھی کسی اسلامی گروہ یا اسلامی نعرے یا اسلامی قدر کو کامیابی ملتی ہے، بین الاقوامی سطح پر، دنیا اور سیاستداں یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ اس مسئلے میں ایرانی عوام کو کامیابی ملی ہے؛ حالانکہ ایرانی قوم کا فلاں ملک اور فلاں سیاسی اور انقلابی گروہ سے کوئی سروکار نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے زیر سایہ، قوموں کے استقلال کا پرچم آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ نے تمام مشکلات اور سختیوں کے باوجود اس پرچم کو اٹھا رکھا ہے۔ اسے سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ ایرانی قوم نے اس طاقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ ہماری قوم کے لئے ایک عظیم افتخار ہے۔

لیکن یہ کافی نہیں ہے ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے دل اسی پر راضی ہو جائیں کہ ایرانی قوم، بین الاقوامی سطح پر یا اسلامی بین الاقوامی سطح پر سربلند و سرفراز ہے؛ یہ اپنی جگہ مسلم ہے؛ لیکن

ہم اسی پر قانع نہیں ہیں۔ ہمیں ایسے سماج و معاشرے کو وجود میں لانے کے لئے اپنی پوری توانائی صرف کرنا چاہئے جو اسلام کا پسندیدہ ہو۔ اس کام کو انجام دینا چاہیے؛ یہ ہمارا فریضہ ہے اور اتفاق سے وہ بنیادی نکتہ بھی یہی ہے جس پر عالمی پیمانے پر اسلام دشمن طاقتیں اپنی پوری توجہ مرکوز کیے ہوئے ہیں اور ان کی دلی آرزو ہے کہ یہ کام انجام نہ پائے۔ وہ ملک اور سماج جو اسلام کے مدنظر ہے اسے مادی اور معنوی اعتبار سے پیشقدم ہونا چاہئے۔

ہمارے ملک کو علم و ٹیکنالوجی کے میدان میں نمایاں مقام حاصل کرنا چاہئے۔ اقتصادی اور دیگر میدانوں میں بناوٹ اور لوگوں کے اجتماعی روابط کے اعتبار سے پیشرفت ہونا چاہئے، لوگوں کے باہمی روابط کو، مضبوط ہونا چاہیے، انہیں پیشرفت اور خلاقیت کا عکاس ہونا چاہیے؛ معاشرے میں سب کی صلاحیتوں کو نکھرنے کا موقع ملنا چاہیے، تا کہ تمام انسان اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے زندگی کے اہداف و مقاصد کے حصول میں باہمی تعاون اور مدد کا مظاہرہ کرسکیں۔ اس معاشرے میں اجتماعی عدالت و انصاف کو حکمفرما ہونا چاہئے۔ عدالت کے معنی تمام امور میں برابری کے نہیں ہیں؛ بلکہ مواقع میں یکسانی کے ہیں؛ حقوق میں برابری کے ہیں۔ سب لوگ مساوی طور پر پیشرفت اور ترقی کے مواقع سے مستفید ہوں۔ عدالت مخالف اور حدود سے تجاوز کرنے والے ستم پیشہ افراد کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے اور لوگوں کو اس پر مکمل اطمینان ہو۔

ایسے معاشرے میں مادی پیشرفت کے مطابق، اخلاق اور معنویت کو بھی آگے کی سمت حرکت کرنا چاہیے اور لوگوں کے دل، خدا اور معنویت سے آشنا ہونا چاہیے۔ خدا، معنوی دنیا اور خدا کی یاد سے انس، آخرت سے لگاؤ ایسے معاشرے میں رواج پانا چاہیے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اسلامی تمدن اور معاشرے کی استثنائی خصوصیت اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہے؛ جہاں دنیا و آخرت کا امتزاج نظر آتا ہے۔

مغرب کے مادی تمدن نے علم و ٹیکنالوجی میں نمایاں ترقی کی ہے۔ پیچیدہ مادی تحقیقات میں بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں؛ لیکن معنویت کا پلڑا روز بروز ہلکا ہوتا جا رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مغرب کے مادی تمدن کی ترقی اور پیشرفت بشریت کے حق میں نقصاندہ ثابت ہوئی۔ حالانکہ علم کو بشریت کے لئے مفید ہونا چاہئے۔

ارتباطات کی سرعت اور سہولت کو عوام کے سکون، سلامتی اور آرام کا باعث بننا چاہیے۔ وہ علم جس کی دریافت سے لوگوں کی دن رات کی نیند حرام ہو بشریت کے لئے ہرگز مفید نہیں ہو سکتا، کبھی ایٹم بم کا خوف کبھی دور مار میزائیلوں کا ڈر، کبھی نادانستہ دھماکوں کا خطرہ۔ مغربی دنیا اپنی علمی پیشرفت کے باوجود اس خطرناک جال میں پھنسی ہوئی ہے۔

اسلامی تہذیب و تمدن کے نکتہ نگاہ سے بھی مادی پیشرفت ایک مطلوب امر ہے؛ لیکن لوگوں کی سلامتی کے لئے، لوگوں کی آسائش کے لئے، رفاہ عام کے لئے، لوگوں کے درمیان آپسی میل ملاپ اور ہمدردی کو فروغ دینے کے لئے؛ یہ اسلامی نظام کی خصوصیات ہیں۔ ہم نے انقلاب کے آغاز سے ہی انہیں بلند آواز سے عالمی پیمانے پر پیش کیا اور مسلم اور غیر مسلم اقوام کے بہت سے دل اس طرف مائل ہوئے ہیں۔ ایرانی قوم کی عزت کا راز یہ خصوصیات ہیں۔ یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ عالمی اداروں میں ایک عیسائی مفکر، ایک غیر مسلم سیاستداں، ملحد و بے دین شخص بھی اسلامی جمہوریہ ایران کے نظام کی فکر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ ہم اپنے ملک میں ان اعلیٰ افکار کو عملی شکل دینا چاہتے ہیں۔

بھائیو اور بہنو! اس کام کے لئے سخت محنت اور لگن کی ضرورت ہے؛ اس کے لئے مومن، جانباز اور بہادر افراد کی ضرورت ہے؛ اس کے لئے حکومت اور قوم کے رشتوں میں دن بدن مضبوطی لانا ضروری ہے۔ اس ملک و قوم اور ان اہداف کے دشمنوں نے انہی نکات کو نشانہ بنا رکھا ہے۔ حکومتی عہدیداروں اور عوام کے رشتوں کو کمزور کرنے کے لئے نئی نئی سازشوں میں

مصروف ہیں؛ حکومت کی ذمہ دار شخصیات کے عزم کو کمزور کرنے کے لئے نئے نئے منصوبے بناتے ہیں۔ گذشتہ چند برسوں میں مغرب کی پروپیگنڈہ مشینری نے واضح لفظوں میں یہ اعلان کیا ہے اور اسے بارہا دہرایا ہے کہ ہمارا مقصد اسلامی جمہوریہ ایران کی انتظامیہ میں انتشار ڈالنا ہے؛ انہیں دو گروہوں میں تبدیل کرنا ہے؛ انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے اور الحمد للہ انہیں اس میں کامیابی نہیں ملی۔

انہوں نے یہ منصوبہ بنا رکھا ہے کہ ہمارے نوجوانوں کی فکر کو اس ملک کے مستقبل کی تعمیر سے منحرف کر کے اسے شہوت اور ہوس پرستی کی راہ پر لگائیں۔ لوگوں کے دلوں کو اس طولانی اور دشوار مگر پر اشتیاق راستے پر چلنے سے مایوس کریں جسے وہ امید کے سائے میں با آسانی طے کر سکتے تھے؛ ان کے دلوں کو امید سے تہی کریں۔ یہ دشمن کے منصوبوں میں شامل ہے۔

میں آپ سے عرض کرتا چلوں کہ اسلامی انقلاب کی کامیابی کے ستائیس برسوں میں ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا ہے جس دن دشمن نے ہمارے خلاف سازش نہ کی ہو۔ ایرانی قوم، اسلامی انقلاب اور اس عظیم تحریک کا مقابلہ کرنے میں دشمن کو آج تک پے در پے ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ دشمن کسی بھی وقت کامیاب نہیں ہوسکا۔

ہاں! البتہ کبھی کبھی ان کے اندر بیکار کی امیدیں ضرور پیدا ہوتی تھیں اور کسی طرف سے غلط اشارے بھی ملتے تھے، اس وقت وہ یہ تصور کرنے لگتے تھے کہ شاید ان کی سازشیں کسی منزل تک پہنچ چکی ہیں لیکن انہیں فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا تھا۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ دشمن کو کامیابی نہیں ملی۔ آج ملک کے مستقبل کے بارے میں ملکی ذمہ داروں کے پاس ایک نپا تلا اور واضح پلان موجود ہے۔ ملک کی ذمہ دار شخصیات بھی ایسی شخصیات ہیں جو پورے عزم و ارادے اور خود اعتمادی کے ساتھ ان اہداف کی راہ پر رواں دواں ہیں۔

میں پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آج پہلے کے مقابلے میں، انقلاب کے

اہداف ومقاصد کے طولانی، پر پیچ وخم اور دشوار راستے پر چلنے کی ملکی عہدیداروں کی سعی وکوشش کہیں زیادہ ہے؛ حالانکہ یہ ہمارے دشمنوں اور مخالفین کی توقعات کے بالکل برعکس ہے، وہ یہ سوچ رہے تھے وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ امیدیں پھیکی پڑتی جائیں گی؛ لیکن صورت حال اس کے بالکل برخلاف ہے۔آج ہماری حکومت اور اس کے اہلکار، مشکلات کو دور کرنے کے لئے، گتھیاں سلجھانے اور راستہ طے کرنے کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ خوداعتمادی اور کوشش کا مظاہرہ کرر ہے ہیں اور میں آپ سے یہ عرض کردوں جن پروجیکٹوں پر یہ لوگ کام کرر ہے ہیں ان سب کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکتا ہے۔جیسا کہ انقلاب کے اوائل سے لے کر آج تک جو بھی کام ہوئے ہیں اور مختلف میدانوں میں جو بھی پیشرفت ہوئی ہے وہ کسی معجزہ سے کم نہیں۔البتہ کچھ مشکلات بھی ہیں۔ میں ملک کے مختلف حصوں اور شاہرود کے باشندوں کی مشکلات سے باخبر ہوں۔ جو نقائص، جو گلے شکوے اور توقعات پائی جاتی ہیں میں سب سے آگاہ ہوں؛ ان امور سے بھی آشنا ہوں جنہیں ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کی ضرورت ہے جیسے پانی کا مسئلہ، بے روزگاری کا مسئلہ اور دیگر طرح طرح کے مسائل جو یہاں کے لوگوں کے مدنظر ہیں۔ان چیزوں کا مطالبہ لوگوں کا حق ہے۔البتہ حصولیابی کے اعتبار سے سب مسائل یکساں نہیں ہیں؛ بعض چیزوں میں کچھ صبر کا مظاہرہ کرنا ہوگا، بعض چیزوں کا حصول قدرے آسان ہے۔سب سے اہم بات یہ کہ ملک کے ذمہ دار افراد کو ضرورتوں کا علم ہو اور انہیں پورا کرنے کے لئے پختہ عزم کئے ہوں، بدعنوانی اور ناجائز فائدہ اٹھانے کے راستے کو بند کریں۔ میں یہ محسوس کرر ہا ہوں کہ خداوند متعال کے لطف وکرم اور اس کی توفیق کی بدولت یہ سب چیزیں ہمیں حاصل ہیں۔

اس ضلع سے مربوط ضلعی دستاویزات، تنظیم شدہ دستاویزات ہیں۔حکومت کے ذمہ دار حضرات اس خطے کی ضرورتوں اور امکانات سے آگاہ ہیں اور انہیں پورا کرنے کے لئے کوشاں بھی ہیں۔خوش قسمتی سے ان کاموں کو انجام دینے کے لئے تازہ دم اور آمادہ بھی ہیں، انہیں ان کاموں کو

انجام دینا چاہیے۔ البتہ بعض کاموں کا خاصہ یہ ہے کہ انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔ بعض کاموں میں کوئی راستہ طے کرنے کے لئے اور کسی منزل تک پہنچنے کے لئے دس گھنٹے کا وقت درکار ہوتا ہے وہاں یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ یہ سفر ایک گھنٹے میں طے ہو جائے۔ بعض راستے نزدیک ہوتے ہیں اور بعض دور۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ذمہ دار حضرات میں احساس، دلچسپی، ہمت اور مسائل کی سوجھ بوجھ ہو اور یہ الحمدللہ پائی جاتی ہے۔

آپ کے احساسات، اعتماد، امید اور دلوں کی پشت پناہی، حکام کی ڈھارس اور حوصلہ افزائی کا باعث ہے۔ وہ آپ کے اعتماد، شوق وشغف اور محبت پر تکیہ کئے ہوئے ہیں اور یقیناً حجت ان پر تمام ہو چکی ہے۔ یعنی ملک کے حکام کو عوام کی بھرپور اور ہمہ جہت حمایت حاصل ہے اور اس حمایت کی بنیاد ایمان پر مبنی ہے۔

مملکت کے حکام کو آپ کے اس اعتماد اور حسن ظن پر بھروسہ کرتے ہوئے کاموں کو آگے بڑھانا چاہیے اور میں بہت زیادہ پر امید ہوں کہ انشاء اللہ وہ ان تمام امور کو خوش اسلوبی سے انجام دیں گے جنہیں انجام دینا ان کا فریضہ ہے۔ عوام بھی اپنے کردار کو فراموش نہ کریں اور ہر شخص کو اس کی ذمہ داری کا احساس دلائیں اور اپنے مطالبات کا تعاقب کریں۔ یہ عوام کا فریضہ ہے۔ حکام کا اپنا کردار ہے اور عوام کا اپنا، اس آپس کے تال میل کے نتیجے میں اور خداوندمتعال کی توفیقات کے زیر سایہ ہم انشاءاللہ بہت اچھے دن دیکھیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ جس طرح ہماری قوم نے عظیم اسلامی نعروں اور آرزوؤں کو پیش کر کے امت اسلامیہ کو اپنی طرف متوجہ کیا، اسلامی نظام حکومت کا ایک مکمل اور جامع نمونہ پیش کر کے امت اسلامیہ کے لئے اس راستے کو بھی ہموار کرے گی۔

پروردگارا! تجھے محمد و آل محمد علیہم السلام کا واسطہ، ان مومن اور زندہ دل لوگوں پر اپنا لطف و کرم نازل فرما۔

پروردگارا! حکام کو ان مومن، پاک دل لوگوں کے خدمت کی توفیق عنایت فرما،

پروردگارا! عوام اور حکام کے درمیان محبت اور تعاون کے رشتوں میں دن بدن اضافہ عنایت فرما۔

میں آپ لوگوں کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں جو لوگ اس میدان میں جمع ہوئے ہیں یا جن بھائیوں اور بہنوں نے راستے میں ہمارا استقبال کیا، میں دل کی گہرائی سے آپ کی اس محبت اور لطف کا مشکور ہوں امید کرتا ہوں کہ امام زمانہ حضرت ولی عصر (ارواحنا فداہ) کی نظر عنایت، ہر حال میں ہم سب کے شامل حال ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ